ماہنامہ

مِلّیّہ

فیصل آباد
پاکستان

محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
بمطابق نومبر 2013ء

www.milliafsd.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ

اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ

ترجمہ: تحقیق تعداد مہینوں کی نزدیک اللہ کے بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں

کلمة الحبیب

- ڈاٹر آف یورپ "جین"
- عرف "ملالہ" کی ہوش رُبا کہانی
  مفتی محمودؒ نہیں عبدالولی خان مرحوم
  ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ
  فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب قدس سرہٗ
- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- عمران خان اغیار کے نرغے میں اور یا مقبول جان
- مجالس سید الطائفہ، قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ
- محرم الحرام اور یوم عاشوراء
- خواتین کے صفحات خادمۃ القرآن

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

کربلا کے بعد

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

لایا جو خُون رنگِ دِگر کربلا کے بعد
اُونچا ہُوا حُسینؓ کا سَر کربلا کے بعد

پاسِ حرم، لِحاظِ نبوّت، بقائے دِیں
کیا کچھ تھا اُس کے پیشِ نظر کربلا کے بعد

اے رہ نوَردِ شوقِ شہادت ترے نثار
طے ہو گیا ہے تیرا سفر کربلا کے بعد

آباد ہو گیا حَرم ربِّ رسُولؐ کا
وِیراں ہُوا بتُولؓ کا گھر کربلا کے بعد

ٹُوٹا یزیدیت کی شبِ تار کا فُسُوں
آئی حُسینیت کی سَحَر کربلا کے بعد

اِک وُہ بھی تھے کہ جان سے ہنّس کر گزُر گئے
اِک ہم بھی ہَیں کہ چشم ہے تر کربلا کے بعد

جوہرؔ کا شعر صفحۂ ہستی پہ ثبت ہے
پڑھتے ہَیں جس کو اہلِ نظر کربلا کے بعد

"قتلِ حُسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زِندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

○

(۱۹۵۵ء - ۵۱)

لہ مولانا محمّد علی جوہرؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

بمطابق

نومبر 2013ء

جلد نمبر 10

شمارہ نمبر 1

فہرست مضامین

کلمۃ الحبیب ڈاکٹر آف یورپ "جین" 2

○ عرف "لالہ" کی ہوش رُبا کہانی — مفتی محمودؒ نہیں عبدالولی خان مرحوم — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

○ شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ — فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب قدس سرہٗ 15

○ تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی 18

○ عمران خان اغیار کے نرغے میں — اوریا مقبول جان 27

○ مجالس — سید الطائفہ قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ 31

○ محرم الحرام اور یوم عاشوراء 34

○ خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن 42

○ بچوں کے صفحات 46

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سیّد نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر: حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر: جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر..... حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد — Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

ڈاکٹر آف ایوب "جیین"

عرف "ملالہ" کی ہوش رُبا کہانی

ابو احمد حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

بادی النظر میں آج سے کچھ عرصہ قبل پاکستان کے شمالی علاقہ سوات میں ایک لڑکی ''ملالہ'' کے نام سے دیو مالائی کہانی گھڑی گئی۔ جس میں بتایا گیا کہ سوات سے ایک معصوم سی لڑکی نے ''گُل مکئی'' کے نام سے ایک ڈائری لکھی۔ جس میں اس نے لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں جہاد شروع کیا تھا۔ یہ کہانی بی بی سی لندن سے نشر ہوتی رہی۔ گزشتہ سال اکتوبر میں اس لڑکی پر ایک قاتلانہ حملہ ہوا، جس میں یہ لڑکی جان سے تو بچ گئی مگر شدید زخمی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹا گیا، میڈیا نے آسمان سر پر اٹھا لیا جیسے کوئی قیامت آ گئی ہو، اور اس سے پہلے ہمارے ملک میں ایسا کوئی واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو۔ جیسے اس سے پہلے سب کچھ اچھا ہو۔

اس ملک میں کبھی کسی پر کوئی جان لیوا حملہ تو دور کی بات کسی نے دوسرے کو ترچھی آنکھ سے بھی نہ دیکھا ہو، انصاف کو دور دورہ ہو، ہر شخص کی عزت اور جان محفوظ ہو، امن کی ہوائیں چل رہی ہوں، یہاں کسی غیر ملکی طاقت کا تسلط نہ ہو، یہاں کے تمام فیصلے ہم خود کر رہے ہوں اور ان سب کے بیچ ملالہ نامی ایک لڑکی پر حملہ ہو گیا ہو، جس کی وجہ سے پوری دنیا میں قیامت آ گئی۔

''ملالہ'' کے حق میں یہ شور وغوغا میڈیا کا کوئی یہ پہلا کارنامہ نہیں۔ اس سے پہلے بھی میڈیا نے ایسے ہی کئی گھناؤنے کردار ادا کئے ہیں۔

میڈیا نے پاکستان کو تباہ کرنے اور اس کی قیمت وصول کرنے میں مشرف کا بھرپور ساتھ دیا، اور اس سے اپنے حصے کی رقم وصول کی۔ اسی طرح لال مسجد کے واقعے میں سیکڑوں بچیاں زندہ جلائی گئیں، اس میں بھی سب سے بڑا کردار میڈیا ہی کا ہے۔ اسی میڈیا نے سوات میں ایک لڑکی کو کوڑے

مارنے والی جعلی وڈیو اتنی بار چلائی کہ لوگ ذہنی مریض بن گئے۔ پھر اسی وڈیو کو جواز بنا کر سوات میں ایسا اپریشن کیا گیا کہ عزت دار گھرانوں کی باپردہ عورتیں بھکاری بن گئیں۔

بلکہ اس سے بھی آگے کچھ ایسے کام کرنے پر مجبور ہوگئیں جو بس روشن خیال گھرانوں کی عورتوں کو زیب دیتا ہے۔ سوات اُجڑ گیا مگر میڈیا والے اس سے ایک ''ملالہ'' نکال لائے، جس نے ملک پاکستان کے منہ پر کالک کا غازہ سجا دیا۔ اور اب میڈیا اسی ''ملالہ'' کو پاکستان کی وزیراعظم بنانے کی مہم بھی چلائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ''ملالہ'' پاکستان کا نام روشن کر رہی ہے۔ جنہوں نے ہزاروں پاکستانی ڈرون حملوں سے مارے، جنہوں نے افغانستان اور عراق میں لاکھوں بچوں کے پرخچے اُڑا دیئے ان کے متعلق ''ملالہ'' نے ایک لفظ بھی نہیں کہا نہ لکھا۔

اس کے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس پر ہمارے ملک کے وزیراعظم نواز شریف اور عمران خان جیسے آزاد پالیسی کا نعرہ لگانے والے بھی لٹو ہوگئے۔ وہ اس لئے کہ ان کو مغرب سے بھیک کی ضرورت ہے۔ ''ملالہ'' عورتوں کی تعلیم کے لئے جہاد کرنے والی بتایا جاتا ہے۔ ''ملالہ'' جس تعلیم کی علمبردار بن کر اُبھری ہے اس کے مطابق سارا ہنگامہ عورت کو برہنہ کرنے کو حق بجانب قرار دینے میں ہے۔ جس کا واویلا سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ آجکل قوم کی نوجوان لڑکیوں کی ساری تعلیم، ترقی اور خوشحالی کا راز نیم عریا لباس، جینز، ٹائٹس میں رکھ دیا گیا ہے۔

سکول و کالج اور یونیورسٹیاں رات دن ایک کر کے ڈریس شوز، فیشن شوز، کیٹ واک کے مناظر دکھا کر نوجوان لڑکیوں کو بے ہودہ لباسی، کم لباسی، ذہنی انتشار اور پراگندگی کا سبب بن رہی ہے۔ تعلیم و تحقیق کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سب کچھ جہالت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ تعلیمی معیار کی بجائے لباس کو معیار بنایا جا رہا ہے۔

اور اس کے نہ ہونے پر احتجاج کیا جاتا ہے۔ ٹائٹس اور غیر شائستہ جیسا غیر مہذب لباس نائن الیون کے بعد روشن خیالی کے نام پر سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پھیلائی گئی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ ''ملالہ'' کے سرپرستوں کو اسلام سے چڑ ہے، قرآن کے احکام جو کہ پردہ، حیا، عفت اور پاکدامنی کے متعلق ہیں وہ انہیں فرسودہ دکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ لباس غیر شائستگی اور ہر طرف کے اُمڈتے ہوئے

فتنے جو کہ درندگی کے واقعات سے لبریز ہیں عورت ہی کی حفاظت کے اس حصار کو توڑ رہے ہیں جو کہ اللہ نے بنائے ہیں۔ جبکہ مغرب کی عورت انہی ہوسنا کیوں سے تنگ آ کر اسلام کے اصولوں میں پناہ لے رہی ہے۔

''ملالہ'' نے جو کتاب لکھی اس میں آئین پاکستان اور تخلیق پاکستان کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں۔ طالبان کو اس لئے دہشت گرد کہا گیا کیونکہ وہ آئین پاکستان کو نہیں مانتے۔ جبکہ ''ملالہ'' نے واضح طور پر آئین پاکستان کا مضحکہ اڑایا ہے، اس کی توہین کی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی بھی توہین کی ہے۔ اس کے باوجود وہ عالمی گماشتوں ہی نہیں بلکہ ہمارے ملکی مقتدر اداروں کے نزدیک قابل احترام ٹھہری۔ ملالہ کو بہادر اور طالبان کو بزدل ٹھہرایا جا رہا ہے۔ وہ طالبان جنہوں نے نیٹو جیسی فوجوں کو ناکو چنے چبوا دیئے وہ بزدل ٹھہرے۔

جب ملالہ پر حملہ ہوا تو اس وقت یہ باتیں بھی زباں زد عام تھیں کہ اگر واقعی طالبان نے ملالہ پر جان لیوا حملہ کیا تھا تو ان کو وہاں سے فرار ہونے کی اتنی جلدی کیوں تھی، جبکہ میدان خالی تھا، اس کی موت کی تسلی کے بغیر وہ کیوں چلے گئے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ڈرامہ تھا جو کھیلا گیا مگر وہ ڈرامہ اہل نظر سے چھپ نہ سکا۔ اس سلسلہ میں پاکستانی معتبر اخبارات میں لکھنے والے چند معتبر اور اہل نظر صحافیوں کی تحقیق لکھتے ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ ''ملالہ'' نامی لڑکی اصل میں کون ہے؟۔ ملالہ نامی لڑکی دخترِ پاکستان نہیں بلکہ ''ڈاٹر آف یورپ'' ہے۔

الیکشن کمیشن کے سابق سیکریٹری کنور دلشاد ایک جگہ لکھتے ہیں:

ملالہ کا کردار انتہائی پُر اسرار ہے۔ اور اس کا سرپرست ضیاء الدین جو کہ اس کا والد کہلاتا ہے انتہائی حریص اور موقع شناس ہے۔ برطانوی ادارے نے سوات کے ضیاء الدین یوسف زئی کے توسط سے ملالہ کو محض دولت اور مادی ترقی کے لئے یورپ کا آلۂ کار بنا ڈالا۔ یورپ کے مقتدر ادارے پاکستان اور اسلامی تہذیب کا مذاق اڑانے کے لئے ملالہ کو سامنے لائے ہیں۔

اُسے ایسے معاملات میں گھسیٹا جا رہا ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے انتہائی حساس نوعیت کے ہیں۔ جس کی وجہ سے ملالہ انتہائی متنازعہ شخصیت کا روپ دھا چکی ہے۔ ملالہ کی آپ بیتی کتاب میں ملعون رُشدی کے کتاب کے حوالے سے آزادیٔ رائے کے اظہار حق میں بات

کرنا، پاکستان میں اللہ کے قانون کے نفاذ پر اعتراض اٹھانا، ناموس رسالت کے قانون پر تحفظات کا اظہار کرنا، قادیانیوں اور عیسائیوں پر پاکستان میں حملوں کی بات کرنا اور یہ کہنا کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں جبکہ پاکستان کا قانون اس کو غیر مسلم بتاتا ہے وغیرہ ایسے موضوعات ہیں جو کہ نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے چہرے پر سیاہی ملنے کا مترادف ہے۔

ملالہ ۲۵/اور ۲۶/ مارچ ۲۰۱۲ء کو ایوان قائد میں نظریۂ پاکستان کونسل کی جانب سے گولڈ میڈل وصول کرنے آئی تھی تو میں نے اس کی عمر، لب ولہجہ، رنگ، شکل وصورت اور قد کا اس کے والدین سے موازنہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ ملالہ کی عمر اتنی نہیں جتنی بتائی جارہی تھی۔ وہ اس وقت سولہ سال کی لگ رہی تھی۔

اس کے والد کا قد پونے چھ فٹ کے قریب اور والدہ کا قد تقریبا سوا پانچ فٹ تھا۔ جبکہ ملالہ کا قد کم بیش چار فٹ دو انچ کے قریب نظر آرہا تھا۔ رنگ گہرا سانوالا جب کہ اس کے والدین کا رنگ براؤن نما سفید تھا جو سوات میں عام خواتین اور مردوں کا ہوتا ہے۔ سوات کے رہائشی اور نسل کے لوگوں کا رنگ گہرا سانوالا کبھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ سواتی دراصل یونانی خدوخال کے حامل لوگ ہیں۔ (روزنامہ دنیاء ۲/نومبر ۲۰۱۳ء)

پاکستان کے ممتاز محبّ وطن دانشور جناب ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

ملالہ ایکسپوز ہوگئی ہے۔ اس کے لالچی اور اپنے ملک کے خلاف کام کرنے والے باپ نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا، اس پہ پاکستان کے لوگ تو بالکل اعتبار نہیں کرتے۔ یہاں کے میڈیا نے امریکہ نواز پالیسی کی وجہ سے اُسے اٹھایا، مگر توازن اور تدبر کا اسلوب اختیار نہیں کیا۔

ملالہ کا ڈی این اے ٹیسٹ پختونوں والا نہیں ہے۔ یہ خبر آئی ہے کہ اس کی ماں پولش ہے کسی وقت اس کی ماں سامنے نہیں آئی۔ شاید وہ عورت پولینڈ سے نکلی بھی نہیں ہے کسی کو اس کا اتہ پتہ نہیں ہے یہ سی آئی اے کی گہری پلاننگ ہے۔ یہ سازش سے آگے کی کوئی چال ہے، یہ آدمی جو ملالہ کے باپ کی صورت میں سامنے ہے۔ یہ ملالہ کا اصلی باپ نہیں ہے اس نے ایک پولش لڑکی کو ایڈاپٹ کیا ہے۔

لڑکی اس کے حوالے کی گئی، سوات میں کوئی ایسا سکول نہیں ہے جہاں پڑھنے والی بچی فر فر انگریزی بول سکتی ہو۔ ملالہ کے ساتھ زخمی ہونے والی دونوں لڑکیوں سے میری ملاقات نامور

ایڈووکیٹ اور سماجی شخصیت ایس ایم ظفر کی فلاحی تنظیم ہیومن رائٹس سوسائٹی آف پاکستان کی ایوارڈ تقریب میں ہوئی۔ شازیہ اور کائنات کو ظفر صاحب نے ایوارڈ دیئے ورنہ ہمارا میڈیا صرف ملالہ کو پروموٹ کرنے کی کوشش میں ہے کہ امریکہ یہی چاہتا ہے۔ دونوں لڑکیاں خوش تھیں کہ ان کی بھی پذیرائی ہوئی ہے۔اس کے لئے وہ ظفر صاحب کی شکر گزار تھیں۔انہوں نے اردو میں تقریر کی اور کوئی خاص بات نہ کی ان کے رویے میں دیہاتی پن کی خوشبو تھی جو پسند آئی۔تو ملالہ ایک عالمی شخصیت کیسے ہو گئی وہ یو این او میں تقریر کرتی ہے اور صدر اوبامہ سے ملاقات کرتی ہے یہ ملاقات وزیر اعظم نواز شریف سے بہتر تھی۔اُس نے یہ بھی کہا کہ میں پاکستان کی وزیر اعظم بنوں گی۔صدر اوبامہ نے ملالہ کے ساتھ مستقبل کی وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات کی۔ پاکستان کے وزیر اعظم امریکہ بنواتا ہے۔ معین قریشی اور شوکت عزیز امریکہ میں رہتے ہیں، زرداری صاحب کو تو امریکہ میں صدارتی ٹریننگ دی جاتی رہی۔(روزنامہ نوائے وقت ۱۱ر نومبر ۲۰۱۳ء)

ملالہ کی کتاب سے پہلے یہ بات کہ اس کے منصوعی باپ نے پاکستان کو دھمکی دی کہ مجھے سفارت خانے میں اچھی ملازمت دو ورنہ میں انگلستان میں سیاسی پناہ لے لوں گا اس کی بلیک میلنگ اب انتہا کو پہنچ گئی ہے۔اپنی کتاب میں ملالہ نے گستاخ رسول سلمان رشدی کی حمایت کی ہے عشق رسول کا چراغ مسلمانوں کے دلوں میں کوئی نہیں بجھا سکتا۔

اُس نے لکھا ہے کہ سوات میں بدھ متوں کی 14 ہزار خانقاہیں ہیں۔وہاں سے گھنٹیوں کی سحر انگیز آوازیں پوری وادی میں گونجا کرتی تھیں۔ملالہ کو معلوم نہیں کہ وہاں کتنی مسجدیں ہیں اس کے ممدوح صدر اوبامہ نے کہا تھا کہ مجھے اذان کی آواز سب سے اچھی لگتی ہے۔ملالہ کے بقول اس کا باپ بھی بُدھا کا پرستار ہے میں بھی بُدھا کا مداح ہوں وہ شہزادگی چھوڑ کر برگد کے پیڑ کے نیچے گیان دھیان اور نروان کی منزلوں پر پہنچا۔اس نے پہلی بات یہ کی کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے اور دکھ خواہشوں سے پھوٹتے ہیں۔ میں بدھا کی پرستار ملالہ سے کہوں گا کہ وہ اپنی خواہشوں کو کنٹرول میں رکھے اور باپ کی خواہشوں کے سمندر میں ڈوب نہ جائے۔زخمی ملالہ کا علاج سی ایم ایچ پشاور میں ہوا تھا۔ جنرل کیانی نے اس کی عیادت کی وہ غیرں و کے ایما پر پاک فوج اور آئی ایس آئی کے خلاف کیوں ہے۔اس کا باپ تو پوری طرح خلاف ہے کیا ملالہ کو بھارتی ''را'' اور امریکی ''سی آئی اے'' کی سازشوں کا علم نہیں ہے؟ کہا گیا

ہے کہ ملالہ کو اب تک کروڑوں ڈالر مل چکے ہیں۔ مختاراں مائی کو بھی اسی طرح یورپ نے استعمال کیا جبکہ وہ واقعہ ہوا ہی نہیں تھا جس کی بنیاد پر پاکستانی این جی اوز اور پاکستانی اور عالمی میڈیا نے پاکستان کو بدنام کیا۔

پاکستان کے مشہور اور معتبر انگریزی اخبار روزنامہ ''ڈان'' کے ۱۱، اکتوبر ۲۰۱۳ء کے شمارے میں ایک ہوش رُبا کہانی شائع ہوئی ہے۔ اخبار کے مطابق چند اخبار نویس پانچ ماہ کے لئے سوات میں ملالہ کے معاملہ کی کھوج لگانے کے لئے گئے۔ ان کی مشترکہ کوشش سے چند انکشافات ہوئے۔ ملاحظہ کریں۔

یہ کہانی ملالہ کے بچپن سے شروع ہوتی ہے، جب وہ کان کے دور کی دوا لینے ایک کلینک میں گئی تو وہاں اس کا ڈی این اے ٹیسٹ بھی لیا گیا۔ اس ٹیسٹ کے مطابق ملالہ نہ پشتون ہے اور نہ ہی پاکستانی نکلی۔ بلکہ اس کا تعلق پولینڈ کے ایک عیسائی مشنری خاندان سے نکلا۔ وہ سن دو ہزار میں اس وقت سوات میں لائی گئی جب امریکہ افغانستان پر حملہ کرنے والا تھا۔ ملالہ پر حملہ ہو جانے کے بعد ملالہ کے کان کا ٹیسٹ لینے والے ڈاکٹر نے ملالہ کے باپ کو بتایا کہ وہ جانتا ہے کہ ملالہ اصل میں کون ہے۔ تو اس پر ملالہ کا باپ دم بخود رہ گیا اور منت سماجت کرتے ہوئے اس معاملے کو دبانے پر زور دیتا رہا۔ ڈاکٹر نے اس شرط پر خاموشی کا وعدہ کیا کہ وہ اسے اصل بات بتائے۔ ملالہ کے باپ نے ڈاکٹر کو بتایا کہ اس لڑکی کا اصل نام ''جین'' ہے اور یہ ہنگری میں ۱۹۹۷ء میں پیدا ہوئی۔ اس کے اصل ماں باپ عیسائی مشنری سے وابستہ ہیں۔ جو ۲۰۰۲ء میں سوات کے سفر میں ملالہ کو ہمارے ہاں چھوڑ گئے۔ اس لئے کہ وہ بذات خود بھی خفیہ طور پر عیسائی ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا جس شخص نے ملالہ پر گولی چلائی وہ بھی نہ ہی پشتون تھا نہ طالبان میں سے تھا۔ کیونکہ اس کا ڈی این اے بھی ایک کیس کے دوران اکٹھا کرنے کا اتفاق ہوا تھا، اس کے ٹیسٹ سے پتہ چلا کہ وہ اٹلی کا باشندہ تھا۔ مزید برآں اس ڈاکٹر نے ان اخبار نویسوں کو ڈی این اے ٹیسٹ کے نمونے بھی دکھائے۔ روزنامہ ڈان کی رپورٹ میں ملالہ کی سہیلیوں اور حملے کے بعد ملالہ کی کچھ تصاویر اور وڈیوز اور ان کے علاوہ کئی انکشافات کئے گئے ہیں۔ جبکہ ملالہ پر حملہ ہوا تھا تو اس وقت یہ بات بھی اٹھائی گئی تھی کہ گولی دائیں طرف لگی یا بائیں طرف۔ روزنامہ ڈان کی اس کہانی میں کتنی صداقت ہے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر ملالہ کا کردار اس باتوں کی صداقت بیان کر رہا ہے۔

مفتی محمودؒ نہیں عبدالولی خان مرحوم

روزنامہ ''اسلام'' ۵؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۲۰۱۳ء میں ادارتی صفحہ پر مخدوم مکرّم حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب مدظلہ کا ایک مضمون بعنوان ''قادیانیت سے متعلق امت کا موقف اور جدجہد'' پڑھنے کا موقع ملا۔ جس میں مولانا محترم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام شائع ہونے والی اس کتاب پر تبصرہ فرمایا ہے جو کہ مجلس نے ۱۹۷۴ء میں چلائی گئی کامیاب تحریک کی تاریخی مواد کے سلسلہ میں شائع کی ہے۔ تاریخ نویسی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں تازہ تازہ حالات کو محفوظ کرلیا جاتا ہے تاکہ بعد میں آنے والا مؤرخ اس سے فائدہ اٹھا سکے اور کوئی شخص بددیانتی کی بنیاد پر اس میں تحریف نہ کر سکے۔ تاریخ سازی اور تاریخ نویسی علماء دیوبند کی ایک امتیازی شان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبند سے منسلک لوگوں کو زیادہ چھان بین کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

اس میں شفافیت اتنی ہوتی تھی کہ کسی دوسرے کو بھی اس میں عیب نکالنے کی کوئی بھی کوشش بے سود ہوتی تھی۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اب اسی شعبہ میں سُستی سی آتی نظر آرہی ہے۔ پہلے اگر کسی کتاب پر تبصرہ کیا جانا مقصود ہوتا تھا تو اس کتاب میں دیئے گئے حوالہ جات کا اصل مأخذ یا اپنی دیکھی بھالی معلومات سے موازنہ کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے کتاب کے حسن وقبح پر رائے دی جاسکتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم مکرم حضرت مولانا راشدی صاحب نے کتاب میں دیئے گئے حقائق کا نہ تو کسی مأخذ سے موازنہ کیا اور نہ ہی اپنی یادداشت کو بروئے کار لائے۔

جبکہ یہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء نہ صرف ان کے سامنے شروع ہوکر انجام کو پہنچی بلکہ مخدوم مکرم بذات خود بھی اس کے روح رواں تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق ۱۳؍اکتوبر کو راقم نے ایک تحریر ''۱۹۷۴ء میں قائد حزب اختلاف مفتی محمودؒ نہیں عبدالولی خان مرحوم تھے'' کے عنوان سے روزنامہ اسلام میں اشاعت کے لئے بھیجی۔ اس کے بعد میں اس انتظار میں رہا کہ اخبار میں وہ تحریر شائع ہو جائے۔ ۳۰؍اکتوبر تک اخبار میں اس عنوان سے کوئی تحریر میری نظر سے نہ گزری۔ ۳۱؍اکتوبر کو مجھے لاہور سے مولانا قاری جمیل اختر صاحب کا ایک مکتوب آیا۔ جس سے پتہ چلا کہ میری وہ تحریر روزنامہ اسلام میں ''ریکارڈ کی درستگی کے لئے'' کے عنوان سے ۲۸؍اکتوبر کو شائع ہوچکی ہے۔

راقم نے اخبار تلاش کر کے دیکھا تو میری وہ تحریر تلاش کے بعد نقطۂ نظر کے کالم میں نظر

آئی۔روزنامہ اسلام کے منتظمین کو چاہیے تھا کہ راقم کی اس تحریر کو اُسی طرح ادارتی صفحات میں شائع کرتے جس طرح حضرت مولانا زاہد الراشدی کی تحریر کو شائع کیا تھا۔تاکہ قارئین کو آسانی کے ساتھ حضرت مولانا راشدی صاحب کے تحریری تسامح سے آگاہی ہوسکتی۔مگر روزنامہ اسلام کے منتظمین نے راقم کی اس تحریر کو نقطۂ نظر کے کالم میں شائع کرکے قارئین کو یہ تأثر دیا کہ اس تاریخی حقیقت سے ''روزنامہ اسلام'' کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا کام یہ کیا گیا کہ راقم کی اس تحریر کا عنوان ہی بدل دیا گیا،اس کا عنوان ''۱۹۷۴ء میں قائد حزب اختلاف مفتی محمودؒ نہیں عبدالولی خان مرحوم تھے'' تھا،اس کو بدل کے ''ریکارڈ کی درستگی کے لئے'' رکھ دیا گیا۔جس سے عام قاری کی دلچسپی ہی ختم ہوجاتی ہے۔

تیسرا ستم یہ کیا گیا کہ راقم کی یہ تحریر کانٹ چھانٹ کر شائع کی گئی،جس سے سیاق وسباق میں فرق آ گیا۔یہ سب کچھ کیوں ہوا،اس کی وجہ اگر لکھوں تو شاید بہت سے پیٹوں میں مروڑ اٹھیں۔

''روزنامہ اسلام'' نے جب اشاعت کا آغاز کیا تو بڑی مسرت ہوئی تھی کہ چلو اخباری صحافت کے اس ہجوم میں کوئی تو حق لکھنے والا آیا،اور سمجھا گیا کہ شاید اب تاریخی حقائق سے پردے اٹھیں گے۔مگر تجربے سے ثابت ہوا کہ اس میں تاریخ کی بجائے تعریف کا پہلو نمایاں ہے۔اپنے کسی بڑے بزرگ نے اگر کوئی بات کہہ دی تو اس کو حرف آخر سمجھ کر لکھ دیا گیا،اور اگر کسی نے اس بزرگ کے تسامح کی طرف توجہ دلائی تو اس کو یا تو شائع ہی نہیں کیا گیا،اور اگر شائع کیا گیا تو اس کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو کہ راقم کی تحریر کے ساتھ ہوا۔میرا خیال ہے کہ میری تحریر کو جس انداز میں شائع کیا گیا ہے اس سے بہتر تھا کہ اسے شائع ہی نہ کیا جاتا۔

اب اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔جو تحریر روزنامہ اسلام کو بھیجی گئی تھی،وہ کچھ اضافہ کے ساتھ حاضر خدمت ہے۔

تاریخِ ختم نبوت میں اتنی زیادہ تحریف ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔پہلے تو اس تحریک کے شروع کرنے والوں کے ناموں کو اوجھل کردیا گیا۔دوسروں نے جو کچھ کہا اسی پر لبیک کہہ کر مہر تصدیق ثبت کردی گئی۔مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ خاندان علماء لدھیانہ کے اکابر حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ،حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ،مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے

۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء کو دیا۔اس وقت اس فتوے کی مخالفت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے کی۔اس کی تفصیل ہم نے اپنی شمارہ ''ماہنامہ ملیہ'' میں قسط وار شائع کی ہے۔حضرت گنگوہیؒ نے اس فتوے سے اختلاف مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ جاننے کی بنیاد پر کیا تھا بعد میں رجوع کرلیا۔مگر مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم مرزا قادیانی کے بچپن کے رفیق اور ہم مکتب تھے،اس لئے انہوں نے علماء لدھیانہ کے اس کفر کے فتوے کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ مرزا قادیانی کی حمایت میں علماء لدھیانہ سے ٹکرا گئے۔بعد میں غیر مقلدین نے اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ مشہور کردیا کہ اصل میں سب سے پہلا فتویٰ تکفیر مولانا محمد حسین بٹالوی نے دیا تھا۔تو اس پر بلا سوچے،سمجھے،دیکھے ہمارے بھی چند اصحاب نے یہی راگ الاپنا اور لکھنا شروع کردیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تحریک ختم نبوت کے عنوان پر بڑی علمی خدمات ہیں مگر تاریخ میں ان سے بھی تسامح ہوا ہے۔انہوں نے ۷۶۔۱۹۷۵ء ماہنامہ الرشید'' کے دیوبند نمبر میں یہ لکھ دیا کہ ''مرزا قادیانی پر سب سے پہلا کفر کا فتویٰ علماءِ لدھیانہ نے دیا تھا،اور علماءِ لدھیانہ دراصل علماءِ دیوبند ہی کے منتسبین میں سے تھے'' جبکہ یہ بھی سراسر غلط ہے کیونکہ علماء لدھیانہ تو ۱۸۵۷ء سے پہلے ہی فارغ التحصیل ہوچکے تھے۔انہوں نے براہ راست حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندان سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔علماءِ لدھیانہ کی تو ملاقات بھی کسی دیوبندی بزرگ سے ثابت نہیں۔ان کی ملاقات مرزا قادیانی پر کفر کے فتویٰ دینے کے چند ماہ بعد دارلعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں حضر مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہوئی۔اس سے پہلے ملاقات ہی ثابت نہیں تو انتساب کہاں سے آ گیا۔

میں نے ایک دفع اس کی طرف مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو توجہ دلائی تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو یہی سمجھا تھا اگر آپ کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے تو میں کسی اور تحریر میں اس کی وضاحت کردوں گا۔ہوا یہ کہ جب میں نے ۱۹۹۷ء میں حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے ارشاد پر ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر علماء لدھیانہ نے دیا'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی،تو حضرت شاہ صاحبؒ کے مشورے سے میں کراچی گیا تاکہ اس کتاب پر وہاں کے کچھ بزرگوں سے ان کی آراء لکھوالاؤں،تو وہاں کے بزرگوں نے میرے ساتھ تعاون نہ فرمایا،بلکہ ایک بہت بڑے بزرگ نے (جن کا وہاں وسیع علمی حلقہ بھی ہے)

نے یہ کہہ کر کچھ لکھنے سے انکار کر دیا کہ یہ میرا موضوع نہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت ختم نبوت آپ کا موضوع نہیں؟ تو اس پر وہ بزرگ گھبرا گئے، پھر فرمانے لگے کہ مسودہ یہاں چھوڑ جاؤ، میں وقت نکال کر کچھ لکھ دوں گا۔ مگر میں ان سے اجازت لے کر اُٹھ آیا، اور میں نے ان کا قیمتی وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ لدھیانوی کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے اس کے متعلق کچھ لکھ کر حضرت سید نفیس الحسینیؒ صاحب کے پاس بھیج دیا۔ حضرتؒ نے مجھے فرمایا کہ مولانا محمد یوسفؒ صاحب نے تمہاری بجائے میرے پاس لکھ کر بھیج دیا ہے۔ میں نے حضرتؒ سے پوچھا کہ آپ نے مولانا صاحب کی وہ تحریر پڑھی ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں، میں نے پوچھا کہ اس میں علماء دیوبند سے علماء لدھیانہ کا انتساب بھی ذکر کیا ہے؟ تو حضرتؒ فرمایا کہ ہاں، میں نے عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ مولانا محمد یوسفؒ کی اس تحریر کو مجھے اپنی کتاب میں شائع نہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ میں نے ان سے اس کے متعلق عرض بھی کی تھی، مگر انہوں نے پھر اسی بات کو دوبارہ لکھ دیا، یہ تاریخ سے انصاف نہیں ہے۔ تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسے تمہاری مرضی۔ چنانچہ میں نے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی اس تحریر کو اپنی کتاب کا حصہ نہیں بنایا۔

اسی طرح مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز مجاہد حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ جو کہ تقریباً نصف صدی سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ منسلک ہیں اور ان کی اس سلسلہ میں گراں مایہ خدمات ہیں نے ایک کتاب ''آئینۂ قادیانیت'' تحریر فرمائی۔ جس کو بعد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے اپنے نساب میں شامل کر لیا۔ جہاں تک ختم نبوت کے عقیدے کے تحفظ کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے وہ انتہائی جاندار ہے مگر جب تاریخ کے معاملہ میں انہوں نے قلم اٹھایا تو اس میں وہ حقائق کو بیان نہ کر سکے یا انہیں کرنے نہیں دیا گیا۔ میری ناقص رائے میں انہوں نے یہ کتاب چونکہ مسلک دیوبند کے تعلیمی نظام کے لئے لکھی ہے، اس لئے انہوں نے تحریک ختم نبوت میں علماء دیوبند کی خدمات کے نام پر ایک باب بھی باندھا ہے۔ یہ اچھی بات ہے، میرا بھی ہمیشہ اس بات پر اصرار رہتا ہے کہ ہمارے مدارس میں تاریخ کو باقاعدہ نصاب میں شامل کیا جائے، تاکہ ہمارے مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کو اپنے اکابر کی تاریخ کا بھی علم ہو۔ اس میں مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ لکھتے ہیں ''مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلا کفر کا فتویٰ مولانا محمد لدھیانویؒ نے دیا جو کہ مولانا حبیب

الرحمٰن لدھیانویؒ کے دادا تھے''۔اس کے آگے یہ نہیں لکھا کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کون تھے۔اور انہوں نے بھی بذات خود تحریک ختم نبوت میں کیا خدمات سرانجام دیں۔انہوں نے رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی تحریک ختم نبوت میں خدمات بطور دیوبندیت کے ذکر کرنے سے گریز فرمایا۔اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو دیوبندی ظاہر فرمادیا۔

جبکہ رئیس الاحرارؒ کے مقابلہ میں امیر شریعتؒ کی علماءِ دیوبند سے وہ نسبت نہ تھی۔رئیس الاحرارؒ باقاعدہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ تھے اور علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور دوسرے اکابرین دیوبند کی ان پر خصوصی شفقت تھی۔جبکہ امیر شریعتؒ نہ تو دیوبند سے فارغ تھے اور نہ ہی ان کا اکابر علماء دیوبند سے تعارف تھا۔وہ تو کسی دیوبندی بزرگ کی بجائے پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم سے بیعت تھے ،اور ان کے انتقال کے بعد شرق پور گدی کے بیعت ہونے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

یہ تو رئیس الاحرارؒ ہی تھے جو امیر شریعتؒ کو کھینچ کر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے قدموں میں لے گئے۔البتہ حضرت رائے پوریؒ نے امیر شریعتؒ کی اس طرح اصلاحی تربیت کی کہ اس کی وجہ سے وہ دیوبندیت کی علامت بن گئے۔حقیقت یہ ہے کہ رئیس الاحرارؒ نے ہی اکابر علماء دیوبند سے امیر شریعتؒ کا تعارف کرایا۔خصوصاً علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے پہلی ملاقات رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ ہی نے کروائی تھی۔۱۹۳۱ء میں ہندوستان میں تحریک کشمیر کے نام پر ختم نبوت کی سب سے پہلی عوامی سطح پر منظّم تحریک رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ ہی کی زیر صدارت وقیادت چلائی گئی،جس میں پچاس ہزار کے قریب رضا کار جیل گئے۔متحدہ ہندوستان کا یہ ایک ایسا تحریکی اور تاریخی ریکارڈ ہے جو توڑا نہیں جاسکا۔

اسی قسم کے تاریخی تسامح میں ایک نیا تسامح حضرت مولانا زاہد الراشدی کے قلم سے روزنامہ ''اسلام'' میں تازہ تازہ سرزد ہوا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ ''۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ تھے'' جبکہ یہ صحیح نہیں ہے۔لگتا ہے کہ مولانا محترم نے اپنی یادداشت سے کام نہیں لیا۔اس کے لئے انہیں کسی اور تحریری شہادت کی ضرورت نہ تھی

،وہ خود بھی سوچ و بچار کر کے اصل حقیقت بیان فرما سکتے تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی اس تحریک میں نمایاں کردار ادا کرنے والے ہیں۔ یہ بات حضرت مولانا راشدی نے حضرت مولانا اللہ وسایا کی یاداشت پر بھروسہ کر کے لکھی ہے۔ جبکہ مولانا اللہ وسایا صاحب بھی اس سے سلسلہ میں غبی نکلے۔ حالانکہ مولانا اللہ وسایا صاحب خود بھی اس تحریک کے نہ صرف روح رواں تھے بلکہ تمام اکابر امت کے میزبانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے اس سے پہلے بھی ایک دو جگہ یہ بات لکھی تھی تو اس پر راقم نے ان کی توجہ مبذول کروائی تھی مگر نہ جانے تصحیح کیوں نہ ہو سکی۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں عوامی سطح پر ایک مؤثر قائدانہ کردار ادا کیا تھا، اور اسمبلی میں بھی دلائل کی بنیاد پر مؤثر بیان فرمایا، اس سے انکار ممکن نہیں۔ مگر قومی اسمبلی کے ضابطہ کے مطابق اس وقت قائد حزب اختلاف خان عبدالولی خان مرحوم ہی تھے۔

۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں اس وقت قائد اختلاف عوامی نیشنل پارٹی (اے، این پی) جو کہ اس وقت نیشنل عوامی پارٹی ''نیپ'' نام سے مشہور تھی کے سربراہ خان عبدالولی خان تھے۔ خان عبدالولی خان ۱۴ر اپریل ۱۹۷۲ء سے ۱۰ر فروری ۱۹۷۵ء تک قائد حزب اختلاف رہے۔ اسی دوران ۲۹ر مئی سے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء تک تحریک ختم نبوت چلی اور اپنے انجام کو پہنچی۔

۱۹۷۵ء کے شروع میں پشاور میں پیپلز پارٹی کے سردار حیات محمد خان شیر پاؤ کو بم دھماکہ میں اڑا دیا گیا تھا تو اس الزام میں خان عبدالولی خان کو گرفتار کر کے حیدر آباد جیل میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ تو اس وقت حزب اختلاف نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو نیا قائد حزب اختلاف مقرر کیا تھا۔ مولانا مفتی محمود ۱۱ر فروی ۱۹۷۵ء سے ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء تک قائد حزب اختلاف رہے۔ اصل تاریخی حقیقت یہی ہے۔

خان عبدالولی خان تحریک ختم نبوت کے دنوں میں لاہور تشریف لائے۔ میں ان دنوں لاہور میں ہوتا تھا، تحریک کے سلسلہ میں آغا شورش کاشمیری مرحوم سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایک دفعہ مجھے آغا شورش صاحب مرحوم نے کہا کہ کل صبح خان عبدالولی خان لاہور آ رہے ہیں، میرے ہاں بھی

آئینگے،تم بھی آجانا۔

دوسرے دن میں ان کے دفتر ''چٹان'' میں گیا تو وہاں جانباز مرزا بھی موجود تھے۔خان عبدالولی خان تقریباً دن کے ایک بجے تشریف لائے۔کالے رنگ کی مرسیڈیز کار تھی۔ان کے ساتھ لاہور سے راؤ مہروز اختر،محمد فاروق قریشی اور ملتان سے قسور گردیزی بھی تھے۔باتوں باتوں میں آغا صاحب نے میرا تعارف بھی کرایا،کہ یہ مجلس احرار اسلام کے بانی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے پوتے ہیں۔اس پر خان صاحب نے اٹھ کر مجھے گلے لگایا،اور فرمایا کہ تقسیم ہند سے قبل میں اور باچا خان مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کو ملنے کے لئے لدھیانہ جایا کرتے تھے۔اس کے علاوہ اور کیا باتیں ہوئیں یہ پھر کبھی سہی۔فی الحال موضوع پر ہی بات کی جائے تو بہتر ہے۔ختم نبوت کے سلسلہ میں خان صاحب نے فرمایا کہ ''ہم نے تو دین داری اور سیاست شیخ الہندؒ سے سیکھی ہے۔انہی کے شاگرد اگر کہتے ہیں کہ قادیانی غیر مسلم ہیں تو ہم بھی ان کے پیچھے نیت باندھے ہوئے ہیں۔اس سلسلہ میں مفتی محمود ہمارے امام ہیں''۔یہ بات دوسرے دن اخبارات میں بھی شائع ہوئی تھی۔

ایک اور بات عرض کرتا چلوں !وہ یہ کہ اگر ہم دنیا کے سامنے یہ تاریخی حقیقت بیان نہیں کریں گے کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے وقت پاکستان کی قومی اسمبلی میں قائد حزب ختلاف ایک سیکولر نظریات کی حامل شخصیت تھی تو قادیانی دنیا کے سامنے یہ کہتے نظر آئیں گے کہ یہ مولویوں کا اٹھایا ہوا مسئلہ ہے جو کہ سٹریٹ پاور کے دباؤ کے ذریعہ اسمبلی سے منوایا گیا ہے۔

اور اگر حقیقت بیان کردی جائے تو دنیا کے سامنے یہ بات آجائے گی کہ اس وقت ۱۹۷۴ء میں قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے جو کہ سوشل ازم کا نعرہ لگا کر برسر اقتدار آئے تھے۔اور قائد حزب اختلاف خان عبدالولی خان تھے جو کہ سیکولر ازم کا پرچار کرنے والے تھے۔ان دونوں کا قادیانیوں کے کفر پر اتفاق کر لینا ایک ایسی بات ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مولویوں کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ رسول اللہ کی ختم نبوت ہر کمزور سے کمزور ایمان والے کے لئے بھی ایمان کے بقاء کا مسئلہ ہے۔

شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ

فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم

اللہ پاک نے حضور پاک ﷺ کو نورِ ہدایت کا آفتاب عالم بنا کر بھیجا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے اس نور سے منور ہوتے چلے گئے ان میں توحید اور عظمت وجلال خداوندی کا نور آیا۔ جان ومال کی قربانی اور فدائیت کا نور آیا قرآن کریم اور صحبت سید الکائنات ﷺ کے انورات سے خوف خدا، فکر آخرت، رضائے مولیٰ پاک کے حصول کی تڑپ پیدا ہوئی، دن جہاد میں اور رات رکوع سجدوں میں گزرنے لگے آپ ﷺ نے تبلیغ واشاعت دین کی جو عالمی ذمہ داری ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منتقل فرمائی اس کے لیے انتہائی جذبہ اور عملی جدوجہد سے سرگرم عمل رہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ مقام ہے کہ جنت میں داخلے کے بعد اہل جنت کو عرصہ کے بعد اللہ کی طرف سے جن پانچ خصوصی انعامات سے نوازا جائیگا ان میں سے ایک خصوصی اور سب سے اعلیٰ ترین انعام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”اے اہل جنت! میں تم سے راضی ہوگیا ہوں اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔“ اندازہ کیجیے جس سب سے اعلیٰ ترین انعام کا اعلان اہل جنت کے لیے جنت میں جانے کے بعد کیا جائے غلامان محمد ﷺ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اس کا اعلان قرآن کریم میں جا بجا دنیا کے اندر ہی کر دیا گیا۔

پھر اس انعام واعلان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ اعلان اس ذات کی طرف سے ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں نیز حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلب کا کوئی گوشہ حق تعالیٰ سے اوجھل نہیں، نیز اس سے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب سے ان کا کامل الایمان ہونا ثابت ہوا جس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اسی طرح حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے خاتمہ بالخیر کی بشارت بھی ہے۔ جیسے فی الحال انہیں ایمان کامل کی دولت حاصل ہے اسی طرح وفات کے وقت بھی وہ مومن کامل ہوں گے۔ انسان کا علم حال کے متعلق ناقص ہے ہم کسی کو کامل الایمان سمجھیں اور واقع میں وہ منافق ہو، کسی کو آج ہم ولایت کبریٰ کا حامل تصور کریں گو وہ واقعہ میں

بھی ایسا ہی ہو لیکن کل کی مجھے آپ کو کیا خبر ہے؟ آج جسے کمال ایمان حاصل ہے اس کا خاتمہ بھی کامل ایمان پر ہوگا یا نہیں؟ کل کے حالت کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا لیکن حق جل شانہٗ کے علم محیط کے سامنے آج وکل، حال و مستقبل سب برابر ہیں پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا خاتمہ علی الایمان علم ازلی میں مقدر نہ ہوتا تو رضی اللہ عنہم کا اعلان عام ان کے حق میں قطعاً نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ کسی کافر کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنی رضائے کا قطعی اعلان نہیں فرما سکتے۔ ورنہ جہل خداوندی لازم آئیگا اور انسانوں سے دھوکہ دہی بھی ثابت ہوگی حالانہ خداوند قدوس ان دونوں سے بلند و برتر ہیں تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

خصوصا جبکہ یہ اعلان فرمادیا گیا **اُولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان** کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کے اندر ایمان لکھ دیا ہے۔ جب یہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کو کون مٹا سکتا ہے ان کا خاتمہ ایمان پر ہی ہوگا۔ نیز اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ جا بجا صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے جنت کی بشارت ارشاد فرما رہے ہیں۔ کسی کافر یا مرتد کو یہ بشارت نہیں دی جاسکتی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جنت میں محلات تیار کر کے بیٹھیں اور یہ العیاذ باللہ ارتداد اختیار کر کے دنیا سے جائیں۔ بہر حال صحابہ رضی اللہ عنہم کا حالاً اور مآلاً قطعی طور پر کامل الایمان ہونا معلوم ہوگیا۔ رضی اللہ عنہم یہ صحابہ کا ایک مقام ہے اور ورضوعنہ یہ ان حضرات کا دوسرا عظیم ترین مقام ہے جس سے ان حضرات کے مقام کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ حق جل شانہٗ اس جملے سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اشاعت اسلام کے بارہ میں کمال جدوجہد، مال وجان کی قربانیاں اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر تکلیف ومصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی مدح فرما رہے ہیں اور اس سب کچھ میں ان حضرات کے پیش نظر اپنا مفاد نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رضائے عالی کا مل جانا مقصود ہے اپنے اموال اور جانوں کو اللہ کے راستے میں ایسے بے دھڑک خرچ کرتے ہیں گویا یہ انکے ہیں ہی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمال اخلاص کی مدح کرتے ہوئے فرمایا گیا **ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ط یقاتلون فی سبیل اللہ** یہ اللہ پاک کی بڑی شہادت ہے کہ گویا اللہ پاک نے ان کی جان ومال کو جنت کے بدلے خرید رکھا ہے۔

فیقتلون ویقتلون کبھی مالوں کو نذرانہ پیش کرتے ہیں تو کبھی جانوں کا۔ جان دینے کے

لیے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کر رکھا ہے۔ اور فرمایا گیا **وما بدلوا تبدیلا** گویا اللہ پاک گواہی دے رہے ہیں کہ جان و مال اس کی راہ میں خرچ کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس میں ذرا بھر تبدیلی نہیں۔ یہ رب العالمین عالم الغیب والشہادۃ کی طرف سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاص کامل کی شہادت ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ میدان جہاد میں زخمی ہو کر حالت نزع میں ہیں اور فرما رہے ہیں: فزت ورب الکعبہ (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا)

معرکہ جہاد میں ایک موقع پر حجرت عبداللہ بن جحش ب نے دعا کی کہ ''اے اللہ کل کو میدان جہاد میں میرا سخت دشمن سے مقابلہ کرا۔ میں اس پر سخت حملہ کروں وہ مجھ پر زوردار حملہ کرے اور مجھے شہید کر دے پھر میرے ناک کان وغیرہ کاٹ لے۔ میں قیامت کے دن اسی حالت میں تیری بارگاہ میں حاجر ہوں اور تو پوچھے کہ اے عبدالہ تیرے ناک کان کیا ہوئے میں عرض کروں اے میرے خدا! میرے ناک کان شہادت کے بعد کفار نے کاٹ لیے اور یہ سب میں نے تیری رضا کیلئے کیا پس تو کہے کہ سچ ہے یہ اعضاء میری رجا میں کاٹے گئے۔''

حضرت بلالؓ کو گرم ریت پر لٹا کر سخت اذیتیں دی جاتی مگر ان کی زبان سے صرف احد احد کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ کو سولی دیا جا رہا ہے آپ لا ابالی حین اقل مسلما (اگر میں ملسمان ہو کر مر رہا ہوں تو مجھے کوئی پروا نہیں) گاتے ہوئے سولی پر چڑھ جاتے ہیں۔ ذرہ بھر رنج نہیں۔ شکایت نہیں بلکہ مسرت ہے کہ اللہ کیھے لیے جان دے رہا ہوں۔

ان حضرات کی جانی و مالی قربانیوں کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ء ہے بطور نمونہ مختصراً چند واعات پیش کر دیئے ہیں کہ ان کے مقام رضا کی قدرے جھلک دکھائی جا سکے اور منجانب اللہ ان کے صدق و اخلاص پر قبولیت کی گواہی بن سکیں۔ پس حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے محبّ بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں رضی اللہ عنھم ورضوعنہ۔

شہید کربلا سیدنا حسینؓ نواسۂ رسول ﷺ اور صحابیت کے کے شرف سے مشرف ہیں۔ ظالموں نے انتہائی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو اور آپ کے کنبے کو کربلا میں شہید کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شہادت کا یہ زخم امت کے سینوں میں ہمیشہ رِستا رہے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر **سب سے پہلا فتوائے تکفیر**

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

قسط 37

گزشتہ شمارے میں ذکر کیا گیا تھا کہ فکری آزادی ''جو کہ اصل میں فکری آوارگی کی تحریک تھی'' نے جس طرح ہمارے جدید طبقے کے ذہن کو متأثر کیا تھا کہ یہ طبقہ اپنی رائے زنی کی بنا پر صرط مستقیم سے ہٹ گیا تھا، اور اس نے من مانے معانی نکالنے شروع کر دیئے، اور ہر اس نظریہ کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا جو کہ ''فکری آزادی'' کے نام پر اسلام سے دور لے جاتا تھا۔

اور ہر ایک کو یہ اختیار دیتا تھا کہ اسلام کے بنائے ہوئے ان قواعد وضوابط کو نظر انداز کر دیا جائے جن سے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے، اور وہی لڑی اس کے لئے نجات دہندہ ہے ۔اس سلسلہ میں گزشتنہ شمارے میں اس فکری آزادی کے تباہ کن اثرات کا اس انداز میں ذکر کیا تھا کہ مرزا قادیانی کے جہنم رسید ہونے کے بعد بڑے بڑے مسلم اخبارات نے مرزا قادیانی کی تحریک احمدیت کو خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

ان کے شذرے بیان ہو چکے، اب ذرا اس وقت کے دانشوران ملت وقوم کے وہ خیالات بھی ملاحظہ فرمائیں جو کہ انہوں نے اپنی آزادانہ سمجھ بوجھ کی بنا پر تحریک احمدیت کے متعلق ظاہر کئے۔ یہ ان لوگوں کے ابتدائی خیالات ہیں، ان میں سب نے بعد میں ان سے رجوع کر لیا۔

مفکّرِ احرار چوہدری افضل حق صاحب

چوہدری افضل حق مرحوم مجلس احرار اسلام ہند کے بانیوں میں سے تھے۔ ابتداء میں وہ انگریز کے محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت سے متأثر ہو کر انہوں نے نوکری سے استعفیٰ دیدیا تھا، پھر وہ آزادیٔ ہند کی تحریک میں شریک ہو گئے۔ ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا ،ان کا قلم بھی مخالف کے دل میں شگاف ڈال دیتا تھا۔

۱۹۵۳ء میں جب پاکستان میں تحریک ختم نبوت چلی، اور پھر اس کے بعد حکومت پاکستان نے اس تحریک کا جائزہ لینے کے لئے کمیشن قائم کیا تو قادیانیوں نے کہیں سے ڈھونڈ کر چوہدری

صاحب مرحوم کی یہ تحریر عدالت میں ان الفاظ میں پیش کی۔

چوہدری افضل حق صاحب اپنی کتاب موسومہ بہ ''فتنہ ارتداد اور پولیٹکل'' مطبوعہ ۔۔۔ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا۔ جس میں تبلیغی حِس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لیے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول جلد ہی خوابِ گراں طاری ہوگئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لیے پیدا نہ ہوسکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہوکر اُٹھا اور ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر واشاعت کے لیے بڑھا۔

اگرچہ مرزا غلام احمد کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لیے قابلِ تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لیے نمونہ ہے۔'' (فتنۂ ارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں ص ۴۶)

(ب) پھر اسی کتاب کے ص ۴۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

''سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دینی مکاتب ہندوستان میں جاری ہیں۔ مگر سوائے احمدی مدارس ومکاتب کے کہ کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ واشاعت کا جذبہ طلبا میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں۔''

جناب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

مولانا عبدالحلیم صاحب شرر تحریر فرماتے ہیں:

مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم نے اپنی کتابوں میں افسانوی انداز میں اسلامی حقائق کو بیان کیا ہے۔ وہ ایسے متبحر عالم دین نہ تھے جن کو حجت بنایا جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

''احمدی مسلک شریعت محمدیہ کو اُسی وقعت اور شان سے قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ واشاعت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کے مٹانے کو آئی ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لیے اور اسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پُر جوش خدمت ادا کرتا

ہے۔جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔‘‘

(درسالہ دلگداز بابت ماہ جون ۱۹۰۶)

جناب مولانا محمد علی صاحب جوہر

جناب مولانا محمد علی جوہر مرحوم علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔مذہبی رجحان اور آزادیٔ ہند کی تڑپ نے ان کو مسلمانوں کا لیڈر بنا دیا تھا۔تحریک خلافت میں ان کا کردار بڑا اہم رہا۔جو شیلے مزاج کے تھے۔بعض اوقات جلدی میں غلطی بھی کر جاتے تھے۔جیسا کہ ۱۹۲۴ء میں سعودی عرب میں آل سعود کی حکومت قائم ہو جانے کے بعد انہوں نے ان کے خلاف ہندوستان میں محاذ بھی قائم کیا تھا۔انہوں نے اخبار ہمدرد دہلی میں قادیانیوں کے متعلق ایک مضمون لکھا۔

’’ناشکر گزاری ہوگی اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور اُن کی اس منظّم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں، جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لیے وقف کر دی ہیں۔یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وقت دور نہیں کہ جب اسلام کے اس منظّم فرقے کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لیے بالعموم اور اُن اشخاص کے لیے بالخصوص (جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کی بلند و بانگ و باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں) مشعل راہ ثابت ہوگا۔‘‘ (اخبار ’’ہمدرد‘‘ دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

موالانا ظفر علی خان مدیر ’’زمیندار‘‘

مولانا ظفر علی خان کا نام آزادیٔ ہند کے ان نامور لیڈروں میں ہوتا ہے جن کی خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا۔وہ بھی علی گڑ یونیورسٹی کے فاضل تھے۔

انہوں نے اپنے اخبار ’’زمیندار‘‘ کو آزادیٔ ہند کا نقیب بنا دیا تھا۔اور پھر انہوں نے قادیانیت کے خلاف محاذ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔مگر ابتدا میں قادیانیوں کی سرگرمیوں سے وہ بھی متأثر ہوئے نہ رہ سکے۔انہوں نے فتنہ ارتداد (یو۔پی) ۱۹۲۳ء کے موقع پر قادیانیوں کی خدمات کو اس انداز سے سراہا۔

(الف) ’’مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔جو ایثار کمر بستگی نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں

بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس وحرکت پڑے ہیں ۔اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمتِ اسلام کر کے دکھادی۔'' (زمیندار ۲۴ر جن ۱۹۲۳ء)

(ب) ''احمدی بھائیوں نے جس اخلاص، جس ایثار، جس خوشی اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فکر کرے۔''

(ج) ''گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں کیا ندوۃ العلماء دیوبند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ بھی تبلیغ اشاعتِ حق کی سعادت میں حصہ لیں؟ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے۔فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا آج کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔'' (زمیندار ے ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

مولانا ابوالکلام آزاد کے برادر اکبر مولانا النصر آہ

مولانا ابوالنصر آہ حضرت مولانا ابوکلام آزادؒ کے بھائی تھے۔وہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ۱۹۰۵ء میں قادیان گئے۔انہوں نے اپنے تاثرات اخبار ''وکیل'' امرتسر میں شائع کرائے۔لکھتے ہیں:

''چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے (مجھ سے) بھائی کا سا سلوک کیا۔اور مولانا حاجی حکیم نورالدین صاحب جن کے اسمِ گرامی سے تمام انڈیا واقف ہے اور مولانا عبدالکریم صاحب (سیالکوٹی) جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔مولوی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر ''بدر'' جن کی تحریروں سے کتنے انگریز یورپ میں مسلمان ہوگئے ہیں۔حضرت میر ناصر نواب صاحب جو مرزا صاحب کے خُسر ہیں۔مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔مولوی یعقوب صاحب ترابؔ۔جناب شاہ سراج الحق صاحب وغیرہ وغیرہ پرلے درجے کی شفقت اور نہایت محبت سے پیش آئے۔''

''مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔آنکھوں میں

خاص طرح کی کیفیت اور چمک ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔طبیعت منعکس مگر حکومت خیز۔مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔بردباری شان میں انکساری۔کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسم ہیں.....مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثناء قیام کے متواتر نوازچوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا۔ ''ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔'' اس وقت کا تبسم ناک، چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے۔میں جس شوق کو لے کر گیا تھا، ساتھ لایا ہوں اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے.....'' (بحوالہ اخبار ''وکیل'' از بدر'' ۲۵ر مئی ۱۹۰۵ء)

ڈاکٹر، علامہ، سر محمد اقبال مرحوم

یہ نام جب کسی تقریر و تحریر میں آتا ہے تو فوراً برصغیر کی ایک ایسی نابغۂ روزگار شخصیت کی طرف ذہن چلا جاتا ہے جس نے اپنے شاعرانہ کلام سے ہندوستان میں نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ہیں۔جس کے کلام نے نوجوانوں کے دل میں آگ لگا دی۔جو مسلم قوم کے دل کی دھڑکن کی آواز سن کی اپنے کلام سے اس کی ترجمانی کرتا تھا۔جس کا کلام آج بھی پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج ہی کے کسی تازیانے کی غزل چھیڑے ہوئے ہے۔وہ آج بھی اسی طرح نوجوانوں کے دل میں بستا ہے جیسے وہ ایک صدی پہلے بستا تھا۔وہ سب کچھ جاننے کے باوجود بتدا میں قادیانیوں کے جال میں پھنس گیا۔اس کے متعلق قادیانیوں نے ۱۹۵۳ء کے عدالتی کمیشن کے سامنے ان الفاظ میں اس کے حالات بیان کئے۔

''اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کا ذکر بھی ضروری ہے۔کیوں کہ یہ درست ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی وفات کے قریب (۱۹۳۳۔۱۹۳۴ کے بعد) احمدیت کی مخالفت کی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے پہلے وہ تمام عمر احمدیت کے مداح اور مؤید رہے۔

(الف) عدالت کے سامنے خواجہ نذیر احمد صاحب کے بیان اور مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری کی تصدیق سے یہ ثابت ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے والد صاحب کے ہمراہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

(ب) ڈاکٹر صاحب موصوف نے سعداللہ نومسلم لدھیانوی کی ایک نہایت گندی اور فحش نظم

کے جواب میں (جواس نے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کہ ہجو میں لکھی تھی) ایک نظم لکھی تھی۔ جو کتاب ''آئینہ حق نما'' میں شائع ہو چکی ہے جو عدالت کے سامنے پڑھی جا چکی ہے۔

(ج) ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے مشہور لیکچر ''ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں (جو آپ نے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی وفات کے دو سال بعد ۱۹۱۰ء میں آسٹریچی ہال ایم۔او کالج علی گڑھ میں بزبان انگریزی دیا تھا اور مولانا ظفر علی خان صاحب نے جس کا ترجمہ مئی ۱۹۱۱ء میں خود ڈاکٹر محمد اقبال کی موجودگی میں برکت علی محمڈن ہال لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا) فرماتے ہیں:

''میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر (اورنگ زیب) کی ذات نے ڈالا ہے۔ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اُسے پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اُس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔'' (تقریر مذکورہ مطبوعہ ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور ص ۱۸)

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے بھتیجے شیخ اعجاز کی ایک تحریر:

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ڈاکٹر اقبال کا والد نور محمد اور اس کا بھائی عطاء محمد اور اس کے بھتیجے شیخ اعجاز وغیرہ قادیانی ہو گئے تھے۔ ہم آگے چلنے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز'' جو کہ قادیانی ہیں'' کی ایک تحریر پیش کر دی جائے۔ اس تحریر کو فرزند اقبال نے اپنی کتاب ''زندہ رود'' میں نقل کیا ہے۔

(۱)۔ اقبال نے ۱۹۰۰ء میں ایک انگریزی مقالہ بعنوان '' نظریہ مطلق پیش کردہ شیخ عبدالکریم الجیلی'' تحریر کیا تھا جو بمبئی کے رسالہ انڈین اینٹی کیوری میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی موجودہ دور کے ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے عظیم دینی مفکر ہیں۔

(۲)۔ ۱۹۰۹ء میں بعض فقہی مسائل کے حل کے سلسلہ میں اقبال نے مولانا حکیم نورالدین سے رجوع کیا اور اقبال کے سوالات بمعہ مولانا حکیم نورالدین کے جوابات اخبار

''الحکم'' قادیان مورخہ ۲ دِسمبر ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئے۔

(۳) ۱۹۱۰ء میں انہوں نے ایک انگریزی مقالہ بعنوان ''مسلم کمیونٹی'' (جس کے بیشتر حصہ کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے اردو میں ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے عنوان کے تحت کیا) ایم، اے، او کالج علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں پڑھا تھا۔ اس مقالہ میں انہوں نے جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔

(۴)۔ ۱۹۱۱ء میں اقبال نے اپنے فرزند اکبر آفتاب اقبال کو، جو سیالکوٹ کے ایک مشن اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، قادیان بھیج کر وہاں سے تعلیم الاسلام اسکول میں داخل کرایا۔

(۵)۔ ۱۹۱۳ء میں اقبال کو ایک ذاتی معاملہ میں شرعی فتویٰ کی ضرورت پڑی۔ ذاتی معاملہ یہ تھا کہ اقبال کا سردار بیگم سے نکاح ۱۹۱۰ء میں ہوا لیکن رخصتی نہ ہوئی تھی۔ بلکہ وہ دل میں انہیں طلاق دینے کا ارادہ کر چکے تھے مگر تین سال بعد یعنی ۱۹۱۳ء میں وہ سردار بیگم کو گھر لانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب مشکل یہ تھی کہ چونکہ انہوں نے ایک مرحلہ پر دل میں طلاق دینے کا ارادہ کر لیا تھا، اس لیے شبہ تھا کہ کہیں طلاق وارد نہ ہو چکی ہو۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے اقبال نے مرزا جلال الدین کو مولانا حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ مولانا حکیم نورالدین نے کہا شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی لیکن اگر شبہ ہے تو نکاح کی تجدید کر لی جائے۔ اس پر سردار بیگم سے ازسرنو نکاح پڑھایا۔

(۶)۔ ۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں مرزا بشیر الدین محمود (سلسلۂ احمدیہ کے دوسرے جانشین) نے مذہب اور سائنس،، کے موضوع پر اقبال کی زیر صدارت لکچر دیا۔ بعد میں اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں قرآن مجید کی آیات سے اُن کے استنباط کی خصوصی تعریف کی۔

(۷)۔ ۱۵/ ستمبر ۱۹۳۰ء کو اقبال نے مرزا بشیر الدین محمود کے سیکرٹری کو ایک خط میں لکھا کہ چونکہ آپ کی جماعت منظّم ہے اور نیز بہت سے متعدآدمی اس جماعت میں موجود

ہے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے۔اس خط کا عکس ''تاریخ احمدیت'' جلد ششم صفحہ ۴۶۵ پر شائع شدہ ہے۔

(۸)۔ ۲۵/جولائی ۱۹۳۱ء کو نواب سر ذوالفقار علی خان کی کوٹھی واقع شملہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اقبال، مرزا بشیر الدین محمود اور دیگر مسلم رہنما جمع ہوئے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔اجلاس میں موجود سب اکابرین نے کمیٹی کا رکن بننا منظور کر لیا۔ مرزا بشیر الدین محمود کو اقبال ہی کی تجویز پر کمیٹی کی صدارت کی پیشکش کی گئی، کیونکہ بقول اقبال، اُن کے پاس وسائل بھی تھے اور مخلص اور کام کرنے والے کارکن بھی

(۹)۔ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے جب اقبال انگلستان گئے تو ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مولوی فرزند علی امام احمدیہ مسجد لندن نے انہیں اور اُن کے رفقا کو مسجد کی ایک تقریب میں مدعو کیا۔غلام رسول مہر اقبال کے ساتھ گئے۔روزنامہ ''انقلاب'' میں چھپی ہوئی تفصیل کے مطابق اقبال نو مسلم انگریزوں کی زبان سے قرآن مجید سن کر خوش ہوئے۔وہ خصوصی طور پر ایک نو مسلم انگریز نوجوان عبدالرحمٰن یارڈی کے حسن قرأت اور صحیح تلفظ سے محظوظ ہوئے۔نیز ایک چھ سالہ انگریز بھی نے جب سورۃ فاتحہ پڑھ کر سنائی تو اقبال نے اُسے ایک پاؤنڈ انعام دیا۔اور پھر مولوی فرزند علی کا شکریہ ادا کیا جن کی توجہ سے انہیں یہ موقع نصیب ہوا تھا۔

(۱۰)۔ ۷/اپریل ۱۹۳۲ء کو انہوں نے چودھری محمد احسن کے نام اپنے خط میں لکھا۔

''باقی رہی تحریک احمدیت۔سو میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں۔کسی جماعت میں شریک ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہئے۔اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے کئی طریقے ہیں۔جن طریقوں پر اس وقت تک عمل ہوا اُن کے علاوہ اور طریق بھی ہو سکتے ہیں میرے عقیدۂ ناقص میں جو طریق مرزا صاحب

(مرزا غلام احمد) نے اختیار کیا وہ زمانہ حال کی طبائع کیلئے موزوں نہیں ہے۔ ہاں اشاعت اسلام کا جوش جو اُن کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے، قابل قدر ہے"۔

(۱۱)۔ انجمن حمایت اسلام کے ساتھ تقریباً تمام عمر اقبال کی وابستگی رہی۔ وہ اس کی مجلس انتظامیہ کے رکن بھی رہے اور صدر بھی۔ مجلس انتظامیہ میں دو ایک احمدی رکن بھی ہوتے تھے اور انجمن کے جلسوں میں احمدی مقررین بھی آ کر تقریریں کرتے تے۔ محاذ آرائی سے قبل اقبال نے کبھی ان باتوں پر اعتراض نہ کیا تھا۔ اسی طرح مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس میں احمدیوں کی شمولیت پر بھی اقبال کی طرف سے کبھی اعتراض نہ ہوا۔ بلکہ ایک سال تو سر ظفر اللہ خان مسلم لیگ کے صدر رہے۔ مگر اقبال نے کوئی مخالفت یا احتجاج نہ کیا۔

(۱۲)۔ ۱۹۲۶ء کی پنجاب کونسل کے انتخابات میں سر ظفر اللہ خان ایک مسلم حلقے سے منتخب ہوئے۔ اُسی سال اقبال بھی پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ کونسل میں دونوں نے سر فضل حسین کی قائم کردہ یونین اسٹ پارٹی کی رکنیت اختیار کی۔ اقبال کی طرف سے سر ظفر اللہ خان کے ایک مسلم حلقہ سے منتخب ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔

شیخ اعجاز احمد اپنے نوٹ میں تحریر کرتے ہیں:

"مندرجہ بالا حقائق اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ۱۹۳۵ء کے آغاز تک علامہ اقبال کے نزدیک احمدی دائرہ اسلام سے خارج نہ تھے۔ مسلمانوں کے مفاد کی نگہداشت کی تحریکوں میں علامہ نہ صرف ان سے تعاون کرتے تھے بلکہ تحریک آزادی کشمیر میں جماعت احمدیہ کے امام کو تحریک کی قیادت بہ اصرار سونپی تھی۔ ان دنوں تو تعصب کا دور دورہ ہے لیکن ایک زمانہ آئے گا جب تعصب کی گھٹا چھٹ جائیگی اور محقق حضرات ضرور اس بات کی چھان بین کریں گے کہ احمدی جماعت جو، بقول علامہ اقبال ,,اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ،، تھی ۱۹۳۵ء میں ایکا ایکی کیوں علامہ کی رائے میں دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہوگئی۔"

(تلخیص زندہ رود مصنفہ جسٹس ریٹائرڈ، جاوید اقبال، از صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۸)

یہ سب کچھ صرف اور صرف فکری آوارگی یا ترک تقلید کے نتیجہ میں سرزد ہوا۔ پھر ان لوگوں خصوصاً ڈاکٹر اقبا مرحوم کو راہ راست پر کون لایا؟ آئندہ شمارے میں ذکر کیا جائے گا۔

عمران خان اغیار کے نرغے میں

اوریا مقبول جان

گزشتہ ڈیڑھ سو سال کی تعلیمی تخریب نے مملکتِ خداداد پاکستان میں جس طرح نابغۂ روزگار ماہرینِ تعلیم اور ماہرین اقتصادیات اور معاشرت کے ٹولے کو جنم دیا ہے اس نے ملک کے سیاسی رہنماؤں اور دیگر بڑوں کو اپنا اسیر کر رکھا ہے۔

مجھے یہی خطرہ عمران خان کے بارے میں تھا، لیکن ایک امید بھی تھی کہ اسی برصغیر سے ایک فرد علامہ اقبال یورپ کی وادیوں میں علم کے حصول کے لیے گئے لیکن جب واپس لوٹے تو مغربی تہذیب اور اس کی طرز تعلیم کے سب سے بڑے ناقد بن گئے۔ پوری مسلم دنیا میں جس سطح پر علامہ اقبال نے مغربی تہذیب اور تعلیمی و اقتصادی نظام کا علمی لحاظ سے بطلان کیا اور اپنی دلیل سے جس طرح اس کا رد کیا، کسی عالم دین، سیاست دان یا دانشور کو نصیب نہ ہو سکا۔

عمران خان تو اقبال کو اپنا مرشد مانتے تھے اور شاید اب بھی مانتے ہیں۔ وہ مغرب سے بھی مرعوب نہیں، لیکن پھر بھی انہوں نے صوبہ خیبر پختونخواہ میں انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایسا فیصلہ تو دنیا میں بسنے والی جاہل، گنوار اور پسماندہ ترین قوموں نے بھی نہ کیا ہوگا۔ عمران خان کے اردگرد موجود کن لوگوں نے اس فیصلے کی راہ ہموار کی اور اس کے فوائد گنوائے۔ ان لوگوں پر بات کرنے سے پہلے سے ایک حقیقت بتاتا چلوں جس کا جواب عمران خان صاحب کے بڑے سے بڑے تعلیمی ماہر کے پاس بھی نہ ہوگا۔

وہ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی پانچ ہزار برسوں میں کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں جس نے کسی دوسرے کی زبان میں علم حاصل کیا ہو اور پھر ترقی بھی کی ہو۔

دو ملکوں نے یہ بے وقوفانہ حرکت کی، ایک تھا سنگاپور اور دوسرا کسی حد تک بھارت۔ سنگاپور

تو گزشتہ پانچ برس سے سر پکڑ کر بیٹھا ہے کہ کس طرح ہم واپس اپنی زبان کی طرف لوٹ سکتے ہیں، کیونکہ ایک نقال قوم بن کر رہ گئے ہیں اور ہماری تخلیقی صلاحیت مردہ ہوگئی ہے۔

ادھر بھارت نے جس مخصوص (Elite) کلاس کو جنم دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے وہ ہر سال 22 کروڑ بچے سکولوں میں داخل ہوتے ہیں لیکن 40 لاکھ سے بھی کم گریجوایٹ بن کر باہر نکلتے ہیں۔ یہ چند لاکھ بھی عالمی منڈی کے لیے سجا سجایا مال ہوتے ہیں۔ ان کی طرح سوچنے، خواب دیکھنے اور انہی کی طرح کے لائف سٹائل اپنانے والے۔

پاکستان کے تمام سیاسی لیڈروں کے اردگرد منڈلانے والے دانشور اور ماہرین تعلیم واقتصاد بھی ایسے ہی ہیں۔ اسی طرح کے لوگوں نے عمران خان کو بھی گھیر رکھا ہے۔ یہ لوگ سکول میں آنکھ کھولتے ہیں تو کتابوں، نرسری کی نظموں، کومکس، کارٹون اور کہانیوں میں جس زندگی کو اپنے ذہنوں پر نقش کرتے ہیں وہ گلگت سے لے کر گوادر تک اس پاکستان میں کہیں نہیں ملتی۔ یہاں نہ کوئی سنڈریلا ہے اور نہ سنو وائٹ، نہ لٹل مرمیڈ ہے نہ سانتا کلاز۔

ان کو پڑھائی جانے والی کتابوں میں بنی تصاویر میں جو لباس ہے وہ یہاں کہیں نظر نہیں آتا۔ جو ان کی خاندانی اخلاقیات ہیں ان کا یہاں نام ونشان نہیں ملتا۔ یوں نرسری سے ہائی سکول یعنی اولیول تک ان لوگوں کے دماغوں میں خوابوں کا ایک جہان اور پریوں کا دیس بس جاتا ہے۔ دماغ کے پردے پر بنی ہوئی اس زمانے کی تصویریں انتہائی گہری ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان عظیم مفکروں دانشوروں اور تعلیمی ماہرین کو اے لیول کے بعد جب بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہاں پہنچتے ہی انہیں یوں لگتا ہے جیسے وہ خوابوں کے اس دیس میں آگئے ہیں جسے انہوں نے نرسری، پرائمری اور اولیول کے زمانے میں اپنی درسی کتب میں پڑھا تھا اور جس کی خوبصورتیوں نے انہیں اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

ان میں سے اکثر اپنی تعلیم مکمل کرکے وہیں کے ہو رہتے ہیں۔ انہیں اپنے ملک کے لوگ جاہل اور فرسودہ لگتے ہیں، یہاں کا سسٹم اور ماحول بے کار اور یہاں کی گلیاں بدبودار۔ یہ ان ملکوں کے

اداروں میں زندگیاں گزارتے ہیں اور پھر ایک دن یہ کسی سیاسی پارٹی کے مشیر بن کر اس ملک میں لوٹتے ہیں، کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوکر یہاں کے لوگوں کو مشورے دیتے ہیں۔

گزشتہ 66 برسوں سے اس ملک کے اعلیٰ سطح کے مشیر یہ لوگ رہے ہیں اور آج تک تعلیم، معیشت اور امن عامہ میں ان کی کارکردگی صفر رہی ہے، اس لیے کہ انہیں نہ اس ملک کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور نہ یہاں کے لوگوں کے مسائل کا علم۔ آکسفورڈ، کیمبرج، ہارورڈ اور کولمبیا جیسے اداروں سے پڑھے ہوئے

یہ لوگ ان سیاست دانوں کو ایسے مشورے دیتے ہیں جن کا دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ملک کی ترقی سے کوئی واسطہ ہوتا ہے اور نہ ہی ہمارے ماحول سے کوئی تعلق۔ ان کے ساتھ اس ملک کی بیورو کریسی مل جاتی ہے جنہوں نے گزشتہ دوسول سال سے لوگوں پر صرف اور صرف انگریزی کے بل بوتے پر راج کیا۔

یہ وہ منافق گروہ ہے جو لوگوں سے اردو میں بات کرتا ہے۔ ان کی شکایات ان کی زبان میں سنتا ہے۔ ان کے درمیان جھگڑے، ساری بحثیں، عدالتی بیانات سب اسی زبان میں ہوتے ہیں جو وہاں کے لوگ بولتے ہیں۔ لیکن یہ جب لوگوں کو آرڈر، فیصلہ یا حکم نامہ پکڑاتے ہیں تو وہ انگریزی میں ہوتا ہے۔

یہ ہے وہ دوغلا پن جس نے اس بیوروکریسی کو لوگوں پر مسلط کر رکھا ہے۔ یہ ایک طبقہ ہے جس میں اس ملک کے سرمایہ دار، جاگیردار، بیوروکریٹ اور مغرب کے عشق میں گرفتار دانشور شامل ہیں۔ یہ ہر اس فرد پر اپنا تسلط قائم کر لیتے ہیں جو اس ملک میں فیصلہ سازی کا اختیار رکھتا ہے اور پھر یہ اس سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے ہیں۔

عمران خان صاحب کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ انہیں مغرب کی ہوائیں تو مرعوب نہ کر سکیں لیکن انہیں وہاں سے پڑھے ہوئے دانشوروں نے مرعوب کر لیا۔ کیا عمران خان نے ان ماہرین سے کبھی یہ سوال کیا کہ آئس لینڈ، فن لینڈ بیلجیم، ناروے اور سویڈن جیسے ممالک، جن کی آبادی

لاہور شہر سے بھی کم ہے، میں انگریزی میں تعلیم کیوں نہیں دی جاتی؟ کیا وہ ترقی نہیں کرنا چاہتے؟ نہیں، اس لیے کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ کسی دوسرے کی زبان میں علم آپ کی تخلیقی صلاحتیوں کو مردہ کر دیتا ہے۔آپ کا طریقِ اظہار تیس فیصد سے بھی کم رہ جاتا ہے۔

آپ اپنے ملک، علاقے ثقافت اور تہذیب سے کٹ جاتے ہیں اور آپ کی محبتوں کا محور ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔

عمران خان صاحب! دنیا کی پانچ ہزار سال کی تاریخ میں صرف دو مواقع ایسے ہیں جب ترقی ہوئی یا آپ کے لفظوں میں ''تبدیلی'' ہوئی۔ایک عرب اور دوسرے انگریز۔عربوں کے دامن میں علم، سائنس ،فلسفہ، اقتصادیات نام کی کوئی چیز نہ تھی۔سات قصیدے تھے جو کعبے کی دیواروں پر لٹکائے گئے تھے، لیکن ان کے ہاں ایک جنون پیدا ہوا کہ دنیا بھر کا سارا علم اپنی زبان میں منتقل کرنا ہے۔ترجمے ہوئے، اپنی زبان کا دامن علم سے مالا مال کیا اور پھر سات صدیاں مسلمانوں نے علم کی دنیا کی تخلیقی طور پر قیادت کی۔

یہی حال انگریزوں کا تھا۔ان کے دامن میں بھی شیکسپیئر اور رومانی شعرا کے سوا کچھ نہ تھا، لیکن اُن میں دنیا بھر کے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا جنون تھا۔انہوں نے بھی دنیا کی ہر کتاب کو اپنی زبان میں منتقل کیا۔پھر جب اس علم کو انہوں نے اپنی زبان، اپنے محاورے اور اپنے تلازمے سے پڑھا تو ایسی تخلیقی صلاحیتیں ان میں پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے وہ آج تک علم کی دنیا پر راج کر رہے ہیں۔

آپ تو غلامی کی زنجیریں توڑنا چاہتے تھے، لیکن اب آپ کا یہ فیصلہ اس قوم کو ایسی زنجیریں پہنائے گا جو وہ خوشی خوشی پہن لے گی اور پھر صدیوں تک ناکارہ، نامراد، مایوس، اپنے ماضی سے برگشتہ، اپنے ماحول سے ناآشنا اور تخلیقی صلاحیتوں سے عاری بن کر زندہ رہے گی۔کیا آپ یہ ''تبدیلی'' تحفے میں دیں گے اس قوم کو؟

مجالس

سید الطائفہ، قطب الاقطاب قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ

مجلس بعد نماز عصر

حاضرین میں سے مولانا فضل احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری، مولانا افتخار حسین فریدی، مولانا محمد اکرم صاحب للہی، مولانا محمد اکرم صاحب لاہوری، حاجی نور الٰہی صاحب، سید انور حسین نفیس رقم کے علاوہ علماء وعمائد شہر اور مسترشدین وزائرین کا ایک بڑا طبقہ موجود تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے علامہ جاراللہ زمخشری کی کتاب

''المئو لفة بين اهلبيت و الصحابة'' کا اردو ترجمہ موسوم بہ

''خلفاء راشدین اور اہلبیت نبوی کے تعلقات''

کا ابتدائی حصہ پڑھا۔

پہلے وہ روایات پڑھی گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

جیسے یہ روایت کہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف بہت دیکھا کرتے تھے۔ایک صحابی نے آپ سے پوچھا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہر وقت کیوں دیکھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

نیز یہ روایت کہ

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضری کے لئے تشریف لے گئے۔ جب دروازہ سے اندر داخل ہونے لگے تو ہر ایک دوسرے کو کہتا کہ پہلے آپ داخل ہوں۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو مجھ سے وہ تقرب حاصل ہے جو مجھے بارگاہ رب العزت میں حاصل ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس نے میری تکذیب نہ کی ہو (گو بعد میں ایمان لے آیا ہو) نیز یہ کہ ہر شخص کے دروازہ پر صبح کے وقت ایک ظلمت ہوتی ہے، مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر نہیں ہوتی۔ ایسی روایات بیان کر کے آخر دونوں حضرات اکٹھے دروازہ سے اندر داخل ہوئے۔

اس کے بعد وہ احادیث بیان کی گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں مروی ہیں

جیسے یہ روایت کہ

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور بعض لوگوں نے کچھ نازیبا کلمات کہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو جس شخص کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھایا ہو اس کو کون پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہماری نماز کا امام بنایا تو ہم نے ان کو سارے دین کا امام بنالیا۔

اسی طرح یہ روایت

جو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چار چیزوں میں جملہ صحابہ سے بڑھے ہوئے ہیں

۔ اول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے میں

۔ دوم: غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کرنے میں

۔ سوم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نماز کی امامت کرنے میں

۔ چہارم: اسلام کی اقامت میں۔یعنی اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتدین، مانعین زکوۃ اور مدعیان نبوت کی سرکوبی نہ کرتے تو ہمیشہ امت کے لئے پیچیدگیاں پڑی رہتیں

اسی طرح یہ روایت بیان کی گئی کہ

کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہم سب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زیادہ بہادر ہیں کیونکہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا۔اس کی حفاظت کے لئے ہم میں سے کسی کا حوصلہ نہ پڑتا تھا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور خیمہ نبوی کی حفاظت کی۔

اسی طرح چند اور روایات واحادیث پڑھی گئیں۔اس کے بعد مولانا محمد حیات صاحب نے مرزائیت کے رد میں کچھ بیان فرمایا۔

مغرب کی اذان کے ساتھ مجلس برخاست ہوئی

حیات طیبہ (ڈاکٹر حسین للہیؒ)

محرم الحرام اور یوم عاشوراء

محرم کی حقیقت

یہ مہینہ معظم ومحترم ہے یا منحوس ہے؟ بعض لوگ اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک شہادت بہت بری اور منحوس چیز ہے اور چونکہ حضرت حسینؓ کی شہادت اس میں ہوئی ہے اس میں وہ کوئی تقریب اور خوشی کا کام شادی، نکاح وغیرہ نہیں کرتے۔

اس کے برعکس مسلمانوں کے ہاں یہ مہینہ محترم، معظم اور فضیلت والا ہے۔ محرم معنی ہی محترم، معظم اور مقدس کے ہیں۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے کو اس لیے فضیلت ملی کہ حضرت حسینؓ کی شہادت اس میں ہوئی۔ یہ غلط ہے اس مہینے کی فضیلت اسلام سے بھی پہلے سے ہے۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کیساتھ فرعون سے اسی دن میں نجاب ہوئی اس نعمت پر اداء شکر کے طور پر اس دن کے روزہ کا حکم ہوا اور بھی بہت سی فضیلت کی چیزیں اس میں ہوئی ہیں۔ البتہ یوں کہیں گے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت میں زیادہ فضیلت اس لیے ہوئی کہ ایسے فضیلت والے ماہ میں واقع ہوئی جب یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ اور دن افضل ہے تو اس میں نیک کام بہت زیادہ کرنے چاہئیں نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی، اس میں زیادہ کرنی چاہئیں اس میں شادی کرنے سے برکت ہوگی لیکن ہے یہ بڑی بات اس لیے کہ بہت دنوں سے یہ غلط باتیں کوٹ کوٹ کر دل میں بھری ہوئی ہیں سو سال کا رام بھرا ہوا جلدی سے نہیں نکلتا وہ نکلتے ہی نکلتا ہے۔

نو، دس محرم کا روزہ

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ اس دن کو روزہ رکھا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم روزہ کیوں رکھتے ہو؟ کہنے لگے یہ بہت اچھا دن ہے اس دن میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی تھی اس لیے حضرت موسیٰؑ نے اس دن کا روزہ رکھا یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم

بہ نسبت تمہارے حضرت موسیٰؑ کی موافقت کے زیادہ حق دار ہیں پھر آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا ہے اور فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ میں جب بھی عاشورہ کا دن آتا آپؐ روزہ رکھتے لیکن وفات سے پہلے جو ''عاشورہ'' کا دن آیا تو آپ عاشورہ کا روزہ رکھا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کہ دس محرم کو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے ساتھ ہلکی سی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشورہ کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، ۹ محرم یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی رکھوں گا تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔

لیکن اگلے سال عاشورہ آنے سے پہلے حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ ﷺ کو اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا لیکن چونکہ حضور اقدس ﷺ نے یہ بات ارشاد فرما دی تھی اس لیے صحابہ کرامؓ نے عاشورہ کے روزہ میں اس بات کا اہتمام کای اور ۹ محرم یا ۱۱ محرم کا ایک روزہ اور ملا کر رکھا اور اس کو مستحب قرار دیا اور تنہا عاشورہ کے روزہ رکھنے کو حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ قرار دیا۔

رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد میں ہمیں ایک اور سبق ملتا ہے وہ یہ کہ غیر مسلموں کے ساتھ ادنیٰ مشابہت بھی حضور اقدس ﷺ نے پسند نہیں فرمائی حالانکہ وہ مشابہت کسی برے اور ناجائز کام میں نہیں تھی بلکہ ایک عبادت میں مشابہت تھی کہ اس دن جو عبادت کر رہے ہیں اسی دن ہم بھی وہی عبادت کر رہے ہیں لیکن آپ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دین عطا فرمایا ہے وہ سارے ادیان سے ممتاز ہے۔

جب عبادت، بندگی اور نیکی کے کام میں بھی نبی کریم ﷺ نے مشابہت پسند نہیں فرمائی تو اور کاموں میں اگر مسلمان ان کی مشابہت اختیار کریں تو یہ کتنی بری بات ہو گی اگر یہ مشابہت جان بوجھ کر اس مقصد سے اختیار کی جائے کہ میں ان جیسا نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔

دس محرم میں پیش آنے والے اہم واقعات

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی مقبولیت

(۲) فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی امت کی نجات

(۳) کشتی نوحؑ اسی دن جودی پہاڑ پر ٹھہری

(۴) حضرت یونس علیہ السلام اسی دن مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔

(۵) یوسف علیہ السلام کا کنویں سے باہر نکلنا۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا اسی دن میں ہوا۔

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ۔

(۸) حضرت ابراہیمؑ کی ولادت۔

(۹) حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹنا۔

(۱۰) اسی دن جناب رسول اللہ ﷺ کی اگلی پچھلی لغزشیں حق تعالیٰ نے معاف کردیں یہ دس واقعات شارح بخاری علامہ عینی نے ذکر کیے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض کتب میں اور بڑے بڑے واقعات کو شمار کیا ہے جو عاشوراء کے دن ہوئے چند یہ ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا نبوت کے لیے منتخب ہونا۔

(۲) حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا۔

(۳) حق تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانا۔

(۴) حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ سے نکاح بھی اسی دن ہوا۔

(۵) اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(۶) اس دن میں سیدنا حضرت حسینؓ شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ (نزھۃ البساتین)

دس محرم کی برکت

ایک شخص نے دس محرم کو سات درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے خیال تھا کہ اس کے عوض میں بہت مال ملے گا۔ سارا سال انتظار کرتا رہا نہ ملا ایک وعظ میں ایک عالم سے سنا کہ جو شخص عاشوراء کے دن ایک

درہم خرچ کرے حق تعالیٰ ان کو ہزار درہم دیتے ہیں یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ جھوٹ ہے میں نے سات درہم خرچ کئے تھے کچھ نہیں ملا جب رات ہوئی تو غیب سے ایک آدمی نے اس کو سات ہزار درہم لا کر دیئے اور کہا اے جھوٹے! تجھ سے صبر نہیں ہو سکا صبر کرتا تو بہتر ہوتا۔

اہل وعیال پر وسعت

امام بیہقی نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عاشوراء کے دن اہل وعیال پر وسعت کریگا حق تعالیٰ سارے سال کی فراخ روزی عطا فرماتے ہیں۔ حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے اس کو درست پایا ہے، مگر اس کو ضروری نہ سمجھے اور نہ حد سے زیادہ اہتمام کرے اور جب اہل وعیال پر وسعت کرے تو غریب ہمسایہ کے ہاں بھی بھیج دے۔

محرم اور عاشوراء کے دن ناجائز کام

ماہ محرم کو بعض لوگ منحوس مہینہ سمجھتے ہیں حالانکہ اوپر گزرا ہے کہ یہ مبارک مہینہ ہے بڑے بڑے عظیم واقعات اس ماہ میں پیش آئے ہیں کئی لوگ اس مہینہ میں خصوصاً عاشوراء کے دن ماتم کرتے ہیں اور غم کا اظہار کرتے ہیں یہ گناہ ہے اسلام ہمیں صبر واستقامت کی تعلیم دیتا ہے زور زور سے رونا پیٹنا سینہ کوبی کرنا کپڑے پھاڑنا اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں اسلام حکم تو یہ ہے کہ کسی کے مرنے سے تین دن بعد غم کا اظہار نہ کرو اور نہ سوگ مناؤ صرف عورت کے لیے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد چار ماہ دس دن تک سوگ منانا ضروری ہے۔ شوہر کے علاوہ کسی اور کا خواہ باپ ہو یا بھائی ہو یا بیٹا ہو تین دن کے بعد سوگ منانا جائز نہیں، صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ کو اپنے والد کی وفات کی خبر پہنچی تو تین دن کے بعد خوشبو منگائی اور چہرے کو لگائی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (کیونکہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور خاوند یعنی حضور ﷺ کی وفات ہو چکی تھی) لیکن میں نے باپ کا سوگ ختم کرنے کے لیے خوشبو منگائی کیونکہ میں حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں بعض لوگ سیدنا حضرت حسینؓ کا سوگ مناتے ہیں، محرم میں اچھے کپڑے نہیں پہنتے بیوی کے قریب نہیں جاتے چارپائیوں کو الٹا

کردیتے ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ حضرت حسینؓ کی شہادت کوتقریباً چودہ سوسال ہوچکے ہیں یہ سب ناواقفیت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر رکھیں۔

محرم میں ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا

محرم کے مہینے میں بالخصوص نویں، دسویں اور گیارہویں تاریخ میں کھانا پکا کر حضرت حسینؓ کی روح کوایصال ثواب کرتے ہیں ایصال ثواب کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق نقدرقم کسی کارخیر میں لگادے یا کسی مسکین کودے دے یہ طریقہ اس لیے افضل ہے کہ اس سے مسکین اپنی ہر حاجت پوری کرسکے گا اوراگر آج اسے کوئی ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لیے رکھ سکتا ہے نیز یہ صورت دکھلاوے سے پاک ہے۔ حدیث میں مخفی صدقہ دینے والے کی یہ فضیلت وار دہوئی ہے کہ ایسے شخص کواللہ تعالیٰ بروز قیامت عرش کے سایہ میں جگہ عنائیت فرمائیں گے جبکہ اورکوئی سایہ نہیں ہوگا اورگرمی کے سبب لوگ پسینوں میں غرق ہورہے ہونگے۔فضیلت کے لحاظ سے دوسرے درجے پر یہ صورت ہے کہ مسکین کی حاجت کے مطابق اسے صدقہ دے دیا جائے یعنی اس کی ضرورت کودیکھ کراسے پورا کیا جائے یہ ایصال ثواب کی صحیح صورتیں ہیں۔

عاشوراء کے کچھ مسائل

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

جب وہ شہید ہوئے غم اس وقت تھا تمام عمرغم کرنا کسی کے واسطے شرع میں حلال نہیں۔غم کی مجلس خواہ حضرت حسینؓ کی ہو یا کسی اور کی جائز نہیں کیونکہ شریعت میں صبر کا حکم ہے اوراس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت اور گناہ ہوگا۔مجمع کرکے شہادت حسینؓ کا بیان روافض کے ساتھ مشابہت ہے جوحرام ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ)

محرم بہت مبارک ماہ ہے اس کومنحوس سمجھنا نری جہالت ہے۔ ماتم کی مجلس اورتعزیے کے جلوس میں شامل ہونا گناہ ہے اسی طرح بچوں کوشامل ہونے کی اجازت دینا گناہ ہے حدیث شریف میں ہے:

”من تشبه بقوم فهو منهم“

یعنی جوکسی قوم کی مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے۔

حضرت مولانا شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

ہمارا تو سارا خاندان شہیدوں کا ہے ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چھوڑ کر سارے ہمارے بڑے شہید ہی ہیں اب اگر اس وقت سے آج تک کے ہمارے سارے بزرگوں کے صرف شہیدوں کا ہی ذکر ہو ۳۶۵ سے کہیں زیادہ شہید نظر آئیں گے حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں مصلیٰ پر شہید ہوئے لیکن آپؓ کے گرنے کے فوراً بعد دوسرے صحابی امامت کے فرائض انجام دینے کے لیے آ گئے۔ پہلے نماز ہوئی بعد کو خلیفہ کی خبر لی آپ بے ہوش تھے ساری تدابیر ہوش میں لانے کی گئیں ہوش نہ آیا کسی نے کہا کان میں کہو "الصلوۃ الصلوۃ" یہ سن کر فوراً آنکھیں کھل گئیں اور فرمایا کہ بیشک جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

ستر تو شہید ہیں غزوۂ احد میں بارہ کے قریب بدر میں پھر حضور ﷺ کے سامنے اور حضور ﷺ کے بعد کتنی جنگیں ہوئیں کتنے شہید ہوئے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن رضی اللہ عنہم، کس کس کا ماتم کروگے، حقیقت تو یہ ہے فی گھنٹہ ایک شہید کا بھی پورے سال میں ایک دفعہ ذکر کرو تو شہداء کے نام پورے نہ ہونگے۔ اسلام کے لیے جن شہداء نے حضور ﷺ پر جانیں قربان کیں کیا ان کا کرنا باعث گناہ ہوگا؟ یہ تو حضور ﷺ کی امت کو فخر عطا ہوا ہے کہ جو شہید ہوا۔ اس نے درجات حاصل کیے کامیابی ملی خوش ہونے کی چیز جان دی اللہ کی راہ میں اور حیات جاودانی پائی یہ بہادروں کا شیوہ ہے انہوں نے زندگی کا حق ادا کیا پھر کیسے کیسے قراء، حفاظ، علماء، خلفاء ہر درجہ کے لوگوں کو جام شہادت نصیب ہوا، رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا، صحابہ کرامؓ نے کیا کیا بس یہ دیکھ لو یہی دین ہے۔ (مجالس مفتی اعظم)

دسویں محرم کی چھٹی

کئی لوگ دس محرم کو چھٹی کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کو حضرت حسینؓ کی شہادت کا سوگ سمجھتے ہیں حالانکہ تین دن کے بعد سوگ منانا جائز نہیں ہے اور شریعت مطہرہ نے کسی دن بھی کام کاج کرنے سے منع نہیں کیا نماز جمعہ اور نماز عید کے بعد اپنا کاروبار کرسکتا ہے۔

قبروں کی لیپا پوتی

قبروں کی لیپا پوتی جائز ہے لیکن اس کام کے لیے صرف ماہ محرم کو مقرر کرنا درست نہیں۔ جب بھی موقع

ہو لیپا پوتی کرا سکتا ہے۔قبروں کی زیارت ثواب ہے کیونکہ ان کے دیکھنے سے موت یاد آتی ہے مگر اس کام کے لیے لوگ دس محرم کو مقرر کرتے ہیں سال میں صرف اسی دن قبرستان میں جاتے ہیں آگے پیچھے کبھی بھول کر بھی نہیں جاتے یہ صحیح نہیں۔

کچھ لوگ عاشوراء کے دن قبروں پر سبز چھڑیاں رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مردے کا عذاب ٹل جاتا ہے اس عمل کے التزام میں بہت خرابیاں ہیں مثلاً غیر لازم کو لازم سمجھا جاتا ہے بعض لوگ عذاب ٹل جانے کو لازمی خیال کرتے ہیں اور یہ صحیح نہیں۔

قبروں کی زیارت کا طریقہ

قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کی طرف میت کے پاؤں کی طرف سے آئے سر کی طرف سے آنا مناسب نہیں اور میت کو کہے السلام علیکم دارقوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ہو سکے تو سورۃ یٰسین شریف پڑھ لے یا گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر فوت شدہ شخص کو ایصال ثواب کرے اس کو فوت شدہ اشخاص کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا پھر دل چاہے تو بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگے۔(از ماہنامہ محاسن اسلام)

دس محرم کی مجلس شہادت

(سوال) یوم عاشورہ کو یومِ شہادت حضرت امام حسینؓ، گمان کرنا واحکام ماتم ونوحہ گریہ وازاری وبے قراری کی برپا کرنا گھر گھر مجالس شہادت منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاص کر روایات خلاف وضعیفہ سے اور سامعین کو بھی ان امور میں ہر سال کوشش ہونی کہ اس کے مثل وعظ میں نہیں ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی میں ایصال ثواب اور صدقات کرنا اور تعین آب وطعام بھی مثل شربت ہے یا کھچڑا ہے اور ہر غنی اور فقیر کا اس کا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اس کو نہ لے تو مطعون کریں اور برا جانیں اور فی الجملہ ریا کو اس میں بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت میں امید ثواب ہو سکتی ہے یا نہیں یہ کل امور بدعات ومعصیت ہیں یا نہیں۔

(جواب) ذکر شہادت کا ایام عشرۂ محرم میں کرنا بمشا بہت روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے۔ فی الحدیث نھی عن المراثی الحدیث (حدیث میں ہے کہ آپ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔) اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہے۔ تقسیم صدقات یہ تخصیص ان ایام کرنا اگر یہ

جانتا ہے تو بدعت ضلالہ ہے علی ہذا تخصیص کی طعام کی کسی یوم کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے اس پر طعن کرنا فسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم میں سبیل لگانا دودھ کا شربت پلانا

سوال: محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کا پلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسینؓ کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔ فقط (فتاویٰ رشیدیہ)

محرم میں شادی

سوال: محرم الحرام میں شادی کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یکم الحرام سے دس محرم الحرام تک اپنی بیوی کے پاس جانا یعنی ہمبستری کرنا جائز نہیں۔

جواب: اس کی بھی شرعی دلیل نہیں۔

سوال: محرم وصفر وشعبان میں چونکہ شہادت حسین اور اس کے علاوہ بڑے سانحات ہوئے ان مہینوں کے اندر شادی کرنا نامناسب ہے اس لیے کہ شادی ایک خوشی کا سبب ہے اور ان سانحات کا غم تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مہینوں میں کی جانے والی شادیاں کسی نہ کسی سبب سے رنج وغم کا باعث بن جاتی ہیں اس میں کسی عقیدے کا کیا سوال؟

جواب: ان مہینوں میں شادی نہ کرنا اس عقیدے پر مبنی ہے کہ یہ مہینے منحوس ہیں۔ اسلام اس نظریئے کا قائل نہیں۔ محرم میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہوئی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مہینے میں عقد نکاح ممنوع ہوگیا ورنہ ہر مہینے میں کسی نہ کسی شخصیت کا وصال ہوا جو حضرت حسینؓ سے بھی بزرگ تر تھے۔

اس سے یہ لازم آئیگا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے کسی میں بھی نکاح نہ کیا جائے پھر شہادت کے مہینے کو سوگ اور نحوست کا مہینہ سمجھنا بھی غلط ہے۔ (آپکے مسائل کا فقہی حل)

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

صحابیات کے علمی کارنامے

دینی علوم میں بے مثال ونمایاں کامیابیاں صرف مردوں ہی کے حصے میں نہیں آئیں، بل کہ اس میں مسلمان خواتین کا بھی ایک بہت بڑا حصہ شامل ہے۔ نمونے کے طور پر ہم یہاں چند صحابیات کی مختلف علوم میں مہارت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، غور سے پڑھیے اور ایسا بننے کی کوشش کیجیے:

اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ اور فرائض میں متعدد صحابیات کمال مہارت رکھتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ اور ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ حضرت ام سعدؓ قرآن کا درس دیا کرتی تھیں۔ فقہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے اتنے فتاویٰ ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کے فتاویٰ سے بھی ایک چھوٹی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ علم الاسرار میں انہیں خاص مہارت حاصل تھی۔ خطابت میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ کا خاص شہرہ تھا خوابوں کی تعبیر میں حضرت اسما بنت عمیسؓ مشہور تھیں۔ طب اور جراحی میں اسلیمہ، ام مطاع، ام کبشہ، حمنہ بنت جحش، معاذہ، امیمہ، ام زیاد، ربیع بنت معوذ اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو زیادہ مہارت حاصل تھی۔ شاعری میں حضرت خنساء سعدیٰ، صفیہ، عاتکہ بنت یزید، ہند بنت اثاثہ، ام ایمن، کبشہ بنت رافع، ہند بنت حارث، زینب بن عوام ازدی، میمونہ، رقیہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہن زیادہ معروف تھیں۔

خواتین خوشبو لگا کر باہر نکلنے کی ممانعت

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ ایسی ہے، وہ ایسی ہے، راوی کہتے ہیں ”حضور ﷺ نے ایسی عورت کے بارے میں بڑی سخت بات فرمائی۔“

حضرت زینب ثقفیہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز میں آنا چاہے تو اس رات کو خوشبو نہ لگائے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ مسجد میں عشاء کی نماز کے لیے حاضر نہ ہو۔''

مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس مرد پر لعنت کی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنے۔''

ستر کی حفاظت کا اہتمام کرنے کی وصیت

حضرت ابو ملیح ہذلیؒ فرماتے ہیں: اہل حمص یا اہل شام کی کچھ عورتیں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا: ''تم ہی وہ ہو کہ جن کی عورتیں کرائے کے حماموں میں داخل ہوتی ہیں، جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے'' جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ کپڑے اتارتی ہے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے۔''

کیا عورتوں کے لیے خوشبو کا استعمال جائز ہے؟

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو تیز ہو اور رنگ ہلکا ہو (جیسے گلاب کی خوشبو، مشک عنبر، کافور وغیرہ) اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو پوشیدہ ہو۔ (جیسے زعفران)

شرح حدیث

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: عورتوں کو پوشیدہ قسم کی خوشبو لگانے کی نصیحت اس لیے فرمائی گئی تاکہ تیز خوشبو اس کی آمد کی خبر دے گی، خصوصاً جب وہ گھر سے نکلے گی، اور عورت کو ہر اس چیز سے منع کیا گیا ہے جو اس کی خبر دے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ولا یضر بن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن﴾

(سورۃ النور:۳۱)

اور وہ عورتیں اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہوجائے۔"

زیورات کے استعمال میں ادائیگی زکوٰۃ کے بغیر مبالغہ کی ممانعت

حضرت عمرو بن شعیبؒ نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے، حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے ان کنگنوں کی زکوٰۃ دی ہے؟" اس نے عرض کیا: "نہیں" (میں نے ان کی زکوٰۃ نہیں دی) حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تو اس بات کو پسند کرتی ہے کہ تجھے ان دو کنگنوں کے عوض میں قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟ راوی کہتے ہیں: اس عورت نے اسی وقت وہ دونوں کنگن اتارے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا: "یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔"

حضرت لقمان علیہ السلام کے اقوال

☆ غصے میں ہاتھ کی اور دسترخوان پر پیٹ کی حفاظت کر۔

☆ جو کام کرو اللہ تعالیٰ کے لیے کرو اس میں بندوں کا خوف نہ کرو۔

☆ کھانے سے بھوکا اور حکمت سے سیر رہ۔

☆ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزق مقدر پر قناعت کر اور دوسروں کی روزی پر نظر مت ڈال تا کہ نفس کے رنج سے سلامت رہے۔

☆ اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتائیں جو کہ تیری ذات میں نہ ہو تو ان کی تعریف سے مغرور نہ ہو جا اس لیے کہ جاہلوں کے کہنے سے مٹی سونا نہیں بن سکتی۔

☆ اگر کوئی کام کسی کے سپرد کرے تو دانا کے سپرد کر اگر دانا میسر نہ ہو تو خود کر ورنہ ترک کر۔

☆ جسمانی صحت سے بہت کوئی تونگری اور استغناء سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہوتی۔

☆ اگر کسی سے بات کرے تو آہستہ سے بول کیونکہ آوازوں میں بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

☆ اگر کسی کے ساتھ دوستی کا رشتہ استوار کرنا چاہے تو پہلے یہ کام کر کہ وہ مصیبت کے وقت تیرے کام آئے تو اس کو غسہ میں لا کر آزما اگر غصے کی حالت میں اس کو منصف پائے تو اس کی دوستی پر مائل ہو ورنہ اس سے پرے رہ۔

☆ دنیا چوروں کی کمین گاہ تصور کر کے ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔

☆ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اتار سکتا جب تک خود اس کے ساتھ لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔

☆ وہ بات جو تو دشمن سے پوشیدہ رکھے دوست سے بھی پوشیدہ رکھ ممکن ہے کہ یہ بھی کسی دن دشمن بن جائے۔

☆ علماء کی صحبت کو غنیمت خیال کر کیونکہ علم دل کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جیسے بارش خشک زمین کو۔

☆ جس مجلس میں اللہ کا ذکر سنے بیٹھ جا شاید اس رحمت میں تجھ کو بھی حصہ مل جائے جس مجلس میں غفلت دیکھے تو اس سے دور بھاگ ایسا نہ ہو کہ تو بھی عقوبت میں گرفتار ہو جائے۔

☆ خدا اور موت کو کبھی مت بھول اپنی نیکی اور دوسروں کی بدی کو بھول جا۔

☆ جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں سے دور رہ تا کہ تیرا دل سلامت اور نفس پاکیزہ رہے۔

☆ امید زندگی کا لنگر ہے اس کا سہارا چھوڑ دینے سے انسانی کشتی گہرے پانی میں ڈوب جاتی ہے۔

☆ ہر شخص سچا دوست تلاش کرتا ہے مگر خود سچا دوست بننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

☆ جو بات لوگوں کو بری معلوم ہو وہ نہ کرو۔

☆ طلوع آفتاب کے وقت نہ سو کیونکہ یہ عبادت کا وقت ہے اس وقت سونا بدبختی ہے۔

☆ اپنے دل پر بھروسہ کر کسی سے محبت یا نفرت کرنے کے معاملے میں محتاط رہ۔

☆ حکمت و دانائی مفلس کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔

☆ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا اپنی عزت بچانا ہے۔

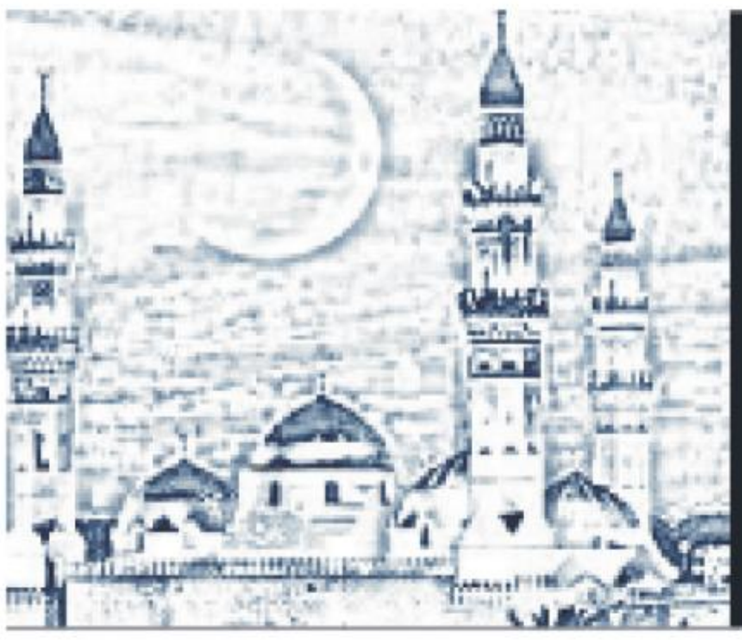

بچوں کے صفحات

مہمان کا رزق پہلے پہنچا دیا جاتا ہے

شہر سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں ایک صاحب کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہوگیا ابھی جھگڑا ختم نہیں ہوا تھا کہ اسی دوران ان کا مہمان آ گیا۔ خاوند نے اسے بیٹھک میں بٹھا دیا اور بیوی سے کہا کہ فلاں رشتہ دار مہمان آیا ہے اس کے لیے کھانا بناؤ۔ وہ غصے میں تھی، کہنے لگی: نہ تمہارے لیے کھانا ہے نہ تمہارے مہمان کے لیے۔

اتنے میں اسے خیال آیا کہ چلو بیوی اگر روٹی نہیں پکاتی تو سامنے والے ہمسائے بہت اچھے ہیں، خاندان والی بات ہے، میں انہیں ایک مہمان کا کھانا پکانے کے لیے کہتا دیتا ہوں۔

چناں چہ وہ ان کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کی طبیعت خراب ہے (اب یہ کیسے کہتا کہ نیت خراب ہے) لہٰذا آپ ہمارے مہمان کے لیے کھانا بنا دیجیے۔

انہوں نے کہا: بہت اچھا، جتنے آدمیوں کا کہیں کھانا بنا دیتے ہیں۔ وہ مطمئن ہوکر مہمان کے پاس آ کر بیٹھ گیا کہ مہمان کو کم از کم کھانا تو مل جائے گا جس سے عزت بھی بچ جائے گی۔

تھوڑی دیر کے بعد مہمان نے کہا: ذرا ٹھنڈا پانی تو لا دیجیے۔ وہ اٹھا کہ مٹکے کا ٹھنڈا پانی لاتا ہوں۔ اندر گیا تو دیکھا کہ بیوی صاحبہ تو زار و قطار رو رہی تھیں۔

وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ شیرنی اور اس کے آنسو، کہنے لگا: کیا بات ہے؟

اس نے پہلے سے بھی زیادہ رونا شروع کر دیا۔ کہنے لگی: بس مجھے معاف کر دیں۔ وہ بھی سمجھ گیا کہ کوئی وجہ ضرور بنی ہے۔ اس بے چارے نے دل میں سوچا ہوگا کہ میرے بھی نصیب جاگ گئے ہیں۔

کہنے لگا: بتاؤ تو سہی کہ کیوں رو رہی ہو؟

اس نے کہا: پہلے آپ مجھے معاف کر دیں پھر میں آپ کو بات سناؤں گی۔ خیر اس نے کہہ دیا کہ

جولڑائی جھگڑا ہوا ہے میں نے وہ دل سے نکال دیا ہے اور آپ کو معاف کر دیا ہے۔ کہنے لگی: جب آپ نے آ کر مہمان کے بارے میں بتایا اور میں نے کہہ دیا کہ نہ تمہارے لیے کچھ پکے گا اور نہ مہمان کے لیے، چلو چھٹی کرو، تو آپ چلے گئے۔

مگر میں نے دل میں سوچا کہ لڑائی تو میری اور آپ کی ہے، اور یہ مہمان رشتہ دار ہے، ہمیں اس کے سامنے تو یہ راز نہیں کھولنا چاہیے۔ چنانچہ میں اُٹھی کہ کھانا بناتی ہوں۔

جب میں باورچی خانہ میں گئی تو میں نے دیکھا کہ جس بوری میں آٹا پڑا ہوتا ہے، ایک سفید داڑھی والا آدمی اس بوری میں سے کچھ آٹا نکال رہا ہے۔ میں یہ منظر دیکھ کر سہم گئی۔ وہ مجھ سے کہنے لگا: اے خاتون! پریشان نہ ہو، یہ تمہارے مہمان کا حصہ تھا جو تمہارے آٹے میں شامل تھا، اب چوں کہ یہ ہمسائے کے گھر میں پکنا ہے اس لیے میں وہی سے آٹا لینے کے لیے آیا ہوں۔

.....جی ہاں!

مہمان بعد میں آتا ہے جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رزق پہلے بھیج دیتے ہیں۔

فائدہ: دوستو.....! اس واقعے سے ہمیں دو سبق ملے: ایک تو یہ کہ آپس میں لڑنا بہت ہی بری بات ہے جس کی وجہ سے آدمی بہت سی اچھی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

دوسرا یہ مہمان کو بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے بل کہ مہمان اپنے حصے کا رزق کھاتا ہے اور جس گھر میں مہمان آتے ہیں اس گھر میں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

کیسا پاتے ہو؟

اُحد کی لڑائی ختم ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم فرمایا:

''سعد بن ربیع انصاری کو ڈھونڈو، کہاں ہیں؟ اگر وہ مل جائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا، اور کہنا اللہ کے رسول پوچھتے ہیں، تم اس وقت خود کو کیسا پاتے ہو؟''

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

میں سعدؓ کو تلاش کرتا ہوا ان کے پاس پہنچا۔ وہ خون میں لت پت تھے، جان نکلنے کو تھی، جسم پر تیر اور تلوار کے کئی زخم تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام انہیں پہنچایا۔ سعد بن ربیعؓ نے جواب میں

فرمایا:

''رسول اللہ (ﷺ) پر بھی سلامتی ہو اور تم پر بھی، رسول اللہ ﷺ کو میرا یہ پیغام دینا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس وقت جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم انصار سے یہ کہہ دیجیے گا کہ اگر اللہ کے رسول کو کوئی تکلیف پہنچے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی دیکھنے والی موجود ہو، یعنی تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو سمجھ لینا، اللہ کے یہاں تمہارا کوئی عذر بھی قبول نہیں ہوگا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: حضرت سعدؓ نے فرمایا: ''اللہ کے رسول کو میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر دے، آپ نے ہمیں حق کا راستہ دکھایا۔''

جب آپ کو سعدؓ کا پیغام پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اس پر رحم فرمائے، وہ اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ رہا، زندگی میں بھی اور مرنے پر بھی۔''

حکمت کی باتیں

☆ بھولے بھٹکے کو اور اندھے کو راستہ بتانا صدقہ دینے کی مانند ہے۔

☆ جب زبان کی اصلاح ہو جاتی ہے تو دل کی بھی خود بخود اصلاح ہو جاتی ہے۔

☆ غم سے روح میں توانائی آتی ہے۔

☆ رشوت ایمان کے ساتھ انسان کو بھی کھا جاتی ہے۔

☆ صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

☆ بوسیدہ کپڑوں کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہے۔

☆ طویل تنہائی دائمی غور وفکر عطا کرتی ہے اور طویل تفکر جنت کا راستہ ہے۔

اللہ
ماہنامہ
مِلّیَہ
فیصل آباد
پاکستان
بفیض
قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ
عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا
زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
رئیس الاحرار حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
حبیب الرحمٰن لدھیانوی
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
محمد یوسف صاحب کاندھلوی
حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
انیس الرحمٰن لدھیانوی
بانی جامعہ
پیر طریقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ
سید نفیس الحسینی
○ عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔
اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔
○ بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
○ نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے ○ آپ کے مسائل اور انکا حل
○ طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
○ حصہ شعر و سخن۔ جس میں حمد و نعت، نظم اور غزل۔
○ تذکرۂ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
○ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر
اس صدقۂ جاریہ میں شریک کریں۔
رابطہ کیلئے
ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ
محلّہ خالصہ کالج فیصل آباد
فون 041-8711569
www.milliafsd.com

MONTHLY MAGAZINE

Millia

JAMIA MILLIA ISLAMIA

FAISALABAD PAKISTAN

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569

E-mail: milliafsd@yahoo.com

Fax # 041-8502213

جامعہ ملّیہ اسلامیہ خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

مسجد مدرسہ والی محلہ خالصہ کالج فیصل آباد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان فیصل آباد کی طرف سے

عظیم الشان

مدارسِ دینیہ کی اہمیت

و

اتحادِ اُمّت کانفرنس

کی تفصیلات انٹرنیٹ پر

www.milliafsd.com

مجلس منتظمہ

جامعہ ملّیہ اسلامیہ خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ مسجد مدرسہ والی محلہ خالصہ کالج فیصل آباد